مہاراجہ رنجیت سنگھ

جس میں

ملک پنجاب کے مشہور اور جوانمرد فرمانروائے پنجاب مہاراجہ
رنجیت سنگھ کی زندگی اور سلطنت کے معتبر و مستند حالات و
سوانح نہایت تحقیق و محنت سے درج کئے گئے ہیں

۱۹۰۵ء

مؤلفہ و مرتبہ

محمد الدین فوق [illegible] وغیرہ

سنہ ۱۳۲۳ھ

ایڈیٹر اخبار پنجہ فولاد و [illegible] لاہور [illegible] باہتمام

مطبع پنجہ فولاد [illegible]

یہ کتاب میں نے ۱۴ر اکتوبر ۱۹۰۴ء کی رات کو لکھنی شروع کی اور ۳۱ر اکتوبر
تک نصف سے زیادہ لکھ لی۔ مگر جتنی جلدی نصف سے زیادہ حصہ تیار ہوا
اسی نسبت سے بقیہ حصہ کے تیار کرنے میں کئی مہینے کا توقف ہوگیا۔ جس
کی وجوہات میں پریشان خیالی۔ علالت۔ سفر اور مصروفیت کا بہت بڑا دخل ہے
اور ہر چند کہ جمعیت خاطر اب بھی نصیب نہیں۔ مگر ایک کام جو اختتام
کو پہونچا ہوا ہے۔ تھوڑی سی غفلت و کاہلی کے باعث کیوں ناتمام
رہ جائے۔ اس لیئے جس طرح ہوسکا اس مختصر سی سوانح عمری کے بعض حصوں
کو ۱۵ر جولائی ۱۹۰۷ء سے پھر لکھنا شروع کیا۔ میں نے اس کتاب کے تیار کرنے
میں تحقیقات چشتی اور رئیسان پنجاب و راجگان پنجاب سے بہت کچھ حاصل
کیا ہے۔ تحقیقات چشتی مولوی نور احمد صاحب چشتی کی تصنیف ہے جنہوں
نے اس "تحقیقات" میں خاندان و اولاد رنجیت سنگھ کے متعلق بہت سے چشم
دید واقعات لکھے ہیں۔ اور موخر الذکر دونوں کتابیں سر لیپل گریفن کی
تصنیف سے ہیں۔ جو سرکاری طور پر مصدقہ ہیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی اور
بھی ایک دو چھوٹی چھوٹی سوانح عمریاں ہیں۔ مگر ان میں صرف ۱۸۳۹ء تک
یعنی رنجیت سنگھ کے عہد تک کے واقعات و حالات درج ہیں۔ اور میں نے
نہ صرف سکھوں کے مذہب کی ابتدا سے لیکر مہاراجہ کے دم واپسین تک کے کوائف
لکھے ہیں۔ بلکہ مہاراجہ کے بعد مہاراجہ کھڑک سنگھ مہاراجہ شیر سنگھ اور سکھا شاہی
عہد کی عبرت انگیز سرگذشت اور مہاراجہ دلیپ سنگھ اور اسکی اولاد جو عیسائی ہے
کے دردناک حالات بھی درج کیئے ہیں۔ اور ضمناً واجد علیشاہ بادشاہ اودھ کا بھی ذکر ہے۔
جسے معزول ہوکر اودھ کی بادشاہی کا کلکتہ کے مٹیا برج میں خاتمہ کر دیا تھا ؎

نیازمند

محمد الدین فوق

سکھ مذہب کی ابتدا

دس بادشاہیوں کا ذکر

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حالات و فتوحات لکھنے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے مذہب اور بانیٔ مذہب اور اُس کے واجب التعظیم بزرگان دین کا بھی مختصر سا ذکر کر دیا جائے ۔

گورو نانک صاحب (سکھ مذہب کے بانی) ظہیر الدین بابر بادشاہ کے عہد میں ضلع لاہور کے موضع تلونڈی میں پیدا ہوئے اُس زمانہ (۱۴۶۹ء) کو آج (۱۹۰۵ء تک) ۶۳۴ سال کا عرصہ گزر چکا ہے گورو نانک صاحب کا باپ تو گاؤں کا پٹواری تھا۔ اُسنے گورو صاحب کو تعلیم دینے اور دنیاوی کاروبار و تعلقات میں پھنسانے کی بہت کوشش کی ۔ مگر ناکام رہے وہ بچپن سے ہی دنیا اور اُس کے کاروبار کو ہیچ سمجھتے تھے ۔ اُن کے خیالات نہ عقاید ہندوؤں سے ملتے تھے نہ مسلمانوں سے مگر مقبولیت دہر دلعزیزی اور ملنساری و صلح جوئی اُس کا نام ہے کہ مسلمان انہیں مسلمان اور ہندو انہیں ہندو سمجھتے تھے ۔ بقول مؤلف ؎

بے تعصب ہوں مجھے عشق رخ و گیسو ہے
الفت کعبہ کی طرح ہے مجھے بت خانے سے

باپ کے بے حد اصرار پر گورو صاحب نے شادی تو کر لی ۔ اور اولاد بھی ہوئی جو بعد میں خوب پھلی پھولی ۔ مگر ان عارضی تعلقات سے دل کو فرحت نہ ہوتی تھی ۔ آخر اپنے دو چیلوں ایک ہندو ایک مسلمان کے ہمراہ سیر و سیاحت میں مشغول ہو گئے اور یہاں تک پھرے کہ بقول بعض اُس زمانہ میں جبکہ دس بیس کوس کا سفر بھی دقت طلب تھا ، مکہ معظمہ

تک بھی جا پہونچے ⁂

یہ ناممکن تھا کہ وہ خدا کا برگزیدہ جس نے ایک عالم کو فیضیاب کرنا تھا
اور جس کا نام قیامت تک زندہ رہنا تھا۔ گوشہ گمنامی میں اپنی زیست بسر
کر دیتا۔ غرض گورو صاحب نے اپنے مت اور اپنے صلح کل اور معتدلانہ
عقاید کی اشاعت شروع کی۔ چندہی دنون تک دربار بادشاہ تک
خبر پہونچی جس نے گورو صاحب کی زبان درخشان سے اُن کا کلام سنا
اور بہت متاثر ہوا اور اُن کی شاہانہ خاطر تواضع کی۔ گورو صاحب کے نام پر
اس متبرک مقامات پنجاب میں ہیں جہان جہان وہ بیٹھے ہیں یا کوئی خاص
کام کیا ہے ان مقامات پر ہر روز گرنتھ صاحب پڑھا جاتا ہے اور سکھ لوگ
ان مقامات کی نہایت تعظیم کرتے ہیں ⁂

سکھون میں دس گورو ہوئے ہیں اور ہر ایک گورو بادشاہ کے نام سے
موسوم ہے اس لیئے دس گورو دس بادشاہیان کہلاتے ہیں۔ دوسرے
گورو انگد صاحب تھے جن کا اصلی وطن ہریکے پتن تھا۔ تیسری بادشاہی گورو
امرداس کی تھی جن کی سمادہ گوئندوال میں ہے چوتھے گورو رامداس تھے
جو امرتسر کے دربار صاحب کے بانی تھے۔ گورو رامداس لاہور (گورو دوارہ جنم
استھان) میں پیدا ہوئے تھے انتقال آپ کا بھی گوئندوال ہی میں ہوا۔ کیونکہ آپ
پہلے تو بوجہ عشق مہابانی خسر گورو امرداس اور بعد میں بوجہ شادی وہان رہا
کرتے تھے۔ پانچویں بادشاہی گورو ارجن صاحب کی تھی جو عرصہ
تک امرتسر میں رہے۔ اور امرتسر کے علاوہ ترنتارن۔ چومہلا۔
لاہور۔ کرتارپور۔ اور دیپالپور میں کئی تالاب اور مقدس مقامات
تعمیر کرائے۔ گورو ارجن صاحب ہی پہلے گورو تھے۔ جنہون
نے گورو نانک صاحب کے علاوہ باقی تمام بادشاہیون کی
تصانیف اور کلام کو یکجا جمع کر کے گرنتھ کی صورت میں بنام
آدی گرنتھ جمع کیا۔ چھٹی بادشاہی گورو ہرگوبند کی تھی جو حضرت
میان میر اور جہانگیر کے زمانہ میں تھے۔ جولائی ۱۵۹۵ء کو

مقام وڈالے ضلع امرتسر مین پیدا ہوئے گورو ہرگوبند کے نام پر دس متبرک مقامات ہین جو کسی نہ کسی حیثیت سے اُن کے نام کے ساتھ نسبت رکھتے ہین۔ ساتوین بادشاہی گورو ہر رائے کی تھی۔ جو ۱۶۳۹ء مین بمقام کیرت پور پیدا ہوئے۔ آٹھوین گورو ہر کشن تھے۔ جو ۱۶۵۶ء مین پیدا ہوئے۔ اور دہلی مین دریائے جمنا کے کنارے راکھ کا ڈھیر ہو گئے جہان ایک گوردوارہ بنایا گیا ہے۔ نوان گورو تیغ بہادر تھا۔ جو امرتسر مین ۱۶۲۱ء مین پیدا ہوا تھا۔ گورو تیغ بہادر کے نام پر پنجاب کے علاوہ۔ الہ آباد۔ تھانیسر۔ بنارس اور پٹنہ مین بھی ملکئی متبرک مقامات ہین۔ دسوین بادشاہی گورو گوبند سنگھ کی تھی۔ جو ۱ر جنوری ۱۶۶۵ء کو پٹنہ مین پیدا ہوئے۔ اسی بادشاہی کے زمانہ مین سکھون کو جنگجو فرقہ بنایا گیا۔ کیونکہ سلطنت مغلیہ کے بعض بادشاہون کی طرف سے اُن کے حقوق اور اُن کے مذہب کو ضعف پہونچتا تھا۔ بادشاہان مغلیہ کو خود فکر دامن گیر ہو گئی ہوگی۔ کہ یہ فرقہ جو جلد جلد ترقی کر رہا ہے۔ کہین سلطنت مین رخنہ انداز نہ ہو۔ گورو گوبند سنگہ کو علوم ہندی و فارسی مین اچھا ملکہ تھا۔ اور نگ زیب سے ان کی اکثر خط کتابت رہی۔ مگر نتیجہ تسلی بخش نہ نکلا۔ غرض ۱۷۰۸ء مین دریائے گوداوری کے کنارے ایک پٹھان کے ہاتھ سے قتل ہو گئے ؀

مہاراجہ رنجیت سنگھ

خاندان شجرہ نسب اور پیدائش

قریباً پانسو سال کا عرصہ گذرا کہ موضع پنڈی بھٹی میں جو لاہور سے چالیس پچاس میل کے فاصلہ پر واقع ہے ایک ہندو جاٹ کالو نام رہا کرتا تھا۔ زمینداروں میں عموماً لڑائی جھگڑے ہوتے ہی رہتے ہیں۔ کالو بھی اُن مصائب میں مبتلا تھا۔ اور آخر یہاں تک مجبور ہُوا کہ اُسے ترک وطن کر کے موضع سانسری یا ساہنسی (راجہ سانسی) متصل امرتسر میں آکر آباد ہونا پڑا۔ اس گاؤں میں عموماً ساہنسی لوگ رہتے تھے جن کا پیشہ مار دھاڑ لوٹ کھسوٹ اور بعض اوقات قتل و غارت بھی تھا۔ اور جن سے خصوصاً غریب الوطن مسلمانوں کی زندگی ہر وقت مخدوش رہا کرتی تھی ؎

اِدھر اِس راہ سے جو کوئی جاتا ہے وہ لُٹتا ہے
محلہ ہی حسینوں کا کہ قزاقوں کی بستی ہے

یہاں کالو کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہُوا جس کا نام اُس نے جادومن بھٹی رکھا جو بعد میں ساہنسیوں کا پیشہ اختیار کر لینے کے باعث جادو سانسی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ گردش ایام نے کالو کو یہاں بھی چین نہ لینے دیا۔ سنہ ۱۴۸۸ء میں اُس نے موضع سندا (غالباً وہیر اسی سے مراد ہوگی) متصل وزیر آباد میں نقل مکان کیا اور یہاں ہی آخرت کی بھی راہ لی۔ باپ کے مرنے کے بعد جادو ایک مشہور قزاق اور خطرناک ڈاکو مشہور ہو گیا مگر سنہ ۱۵۱۵ء میں ایک لڑائی میں مارا گیا۔ اس کا پوتا کیدار سنہ ۱۵۵۸ء میں موضع سکر چک متصل گوجرانوالہ آکر رہنے لگا۔ جہاں اس نے باپ دادا کا پیشہ چھوڑ کر پڑدادے کا یعنی اپنا آبائی اور اصلی پیشہ کاشتکاری اختیار کیا۔ سنہ ۱۵۶۰ء میں جب کیدار کا انتقال ہُوا ہے۔ تو اُس کے دو بیٹے راجدیو اور بلدیو تھے۔ راجدیو نے سکر چک میں دو کنال اراضی زیر کاشت لی اور جھابا کو وغیرہ کی (

نکال لی۔ جہان سے اُس کو اچھی یافت ہوتی رہی سنہ ۱۹ء میں راجہ بدھ ہی تین بیٹے
اپنی یادگار چھوڑ کر دنیا کی دار و گیر سے نجات حاصل کر گیا۔ دو بیٹے تو خانہ جنگی کی نذر ہو گئے
عقیب سے بیٹے محبت سنگھ نے مکان کو یہاں تک وسعت دی کہ لوگوں کو روپیہ بھی سود
پر دینے لگا۔ سنہ ۱۷۵۲ء میں آخر یہ بھی نذر اجل ہوا۔ اس کا ایک جوان لڑکا تو ڈاکہ زنی میں
مارا گیا۔ اور دوسرے بیٹے نے بھی بہارا اپنی ساہوکارہ پالیسی سے سکر چک کی نصف زمین
پر قبضہ کر لیا۔ بہارا پال ایک سکھ کا چیلا تھا اس لئے لوگ اسے عموماً بھائی بہارا کہا کرتے
تھے۔ اپنے گرو کے حکم سے بہارا نے گرنتھ صاحب پڑھنا شروع کیا۔ اور چونکہ ہمت استقلال
اور عزم بالجزم کے آگے کوئی چیز مشکل امر نہیں ہوتی۔ اس لئے بہارا نے بہت جلد گرنتھ صاحب ختم کر
پڑھ لیا۔ ہر چند کہ وہ دل و جان سے سکھ تھا۔ مگر روحانی فیض کے سوا ظاہری نشان
اُس میں سکھوں کا کوئی بھی نہ تھا۔ یہاں تک کہ سر کے کیس (بال) بھی نہیں تھے جو
سکھ ہونے کی سب سے پہلی علامت ہے۔ البتہ سنہ ۱۷۱۶ء میں جب کہ اس کا انتقال
ہوتا ہے اس سے کچھ پیشتر بہارے نے امرتسر (جو سکھوں کا متبرک مقام ہے) جا کر پاہل[1]
لی۔ اور عملی طور پر سکھ بن گیا۔ اپنے آپ کو بدھ سنگھ مشہور کیا۔ بدھ سنگھ اپنے گاؤں کا
چودھری مقرر ہوا۔ وہ جیسے کہ لوگ اُس کی اچھی عزت کرتے تھے۔ مگر قزاقی اور لوٹ
مار نے اُس کو بہت بدنام کر دیا تھا۔ آخر سنہ ۱۷۱۶ء میں دو بیٹے نودھ سنگھ اور چندا سنگھ
چھوڑ کر یہ بھی چل بسا۔ نودھ سنگھ سے تو سکرچکیہ خاندان شروع ہوتا ہے۔ اور
چندا سنگھ سے سندھانوالیہ۔ جب سنہ ۱۷۵۲ء میں نودھ سنگھ بذریعہ بندوق مارا گیا
تو اس کا بیٹا سردار چڑت سنگھ مسند نشین ہوا جس نے گوجرانوالہ میں ایک ایسی
عمارت یا کوئی خاص چیز تیار کرنی شروع کی جس پر صوبیدار لاہور کو سنہ ۱۷۶۲ء میں
حملہ کرنا پڑا۔ بادشاہی فوج نے قلعہ یا عمارت کو مسمار کر دیا۔ چڑت سنگھ نے کچھ عرصہ
کے وقفہ کے بعد غیرت و جوش میں اپنی شان و شوکت کے اظہار کے لئے پھر
قلعہ بنانے کی تیاریاں کیں جس پر دوبارہ لڑائی ہوئی۔ اس دفعہ غضب یہ ہوا
کہ بادشاہی فوج میں جس قدر سکھ لوگ تھے۔ اُن میں سے بہت سے دشمن سے مل گئے

[1] پاہل اگر غیر سکھ لے تو [illegible] پنجاب میں [illegible] (سیر پنجاب)

تو دشمن فریق مخالف سے مل گئے اور اکثر بھاگ گئے نتیجہ یہ ہوا کہ چڑت سنگھ کو کامیابی[1] نصیب ہوئی ؂

تھوڑے سے عرصہ کے بعد احمد شاہ ابدالی کے خوفناک حملۂ پنجاب نے چڑت سنگھ کی طاقت بہت کچھ پراگندہ اور منتشر کر دی۔ احمد شاہ کی وفات کے بعد سکھوں نے پنجاب کے کمزور حصے باہم تقسیم کر کے اپنے مذہب و حکومت کی بارہ مثلیں (جماعتیں) قایم کر لیں جن میں آٹھوین مثل سوکر چکیا کے نام سے موسوم ہوئی۔ جس کا سردار اور افسر چڑت سنگھ تھا ؂ دیکھو صفحہ ۵ پر حاشیہ

---

[1] یہ وہ زمانہ تھا جبکہ سلطنت دہلی کا چراغ بالکل بجھ چکا تھا۔ گو ٹمٹما ضرور رہا تھا بادشاہ عیش پرستی اور بادشاہی طوائف الملوکی میں مصروف تھی ارکین سلطنت خود غرضیوں کیوجہ سے بادشاہوں کو موم کا ناک سمجھے ہوئے تھے۔ جدہر چاہتے موڑ لیتے۔ ہر ایک صوبیدار اور ناظم بلکہ معمولی ذمہ وار افسر اپنی اپنی الگ سلطنت بنائے بیٹھے تھے۔ بادشاہ کا حکم اول تو اندرون قلعہ اور بعض حالات میں شہر دہلی کی چار دیواری تک ہی محدود تھا۔ اللہ اکبر! ایک وہ زمانہ تھا کہ سکھ بالکل ایک فقیرانہ اور صلح کل مذہب کے پیرو تھے مرہٹے بادشاہی فوج کا مقابلہ اپنے لیے وبال جان سمجھتے تھے یورپین اقوام کسی کو ستانا یا کسی سے پرخاش ہونا تو الگ اپنے ہی فوج کی خیر منا رہی تھیں۔ غرض سلطنت مغلیہ کے مقابلے کی کسی کو تاب نہ تھی اگر کسی نے جرأت کی بھی تو اقبال اکبری بخت جہانگیری۔ طالع شاہجہانی اور کامرانئے عالمگیری نے سب کو نیچا دکھا دیا۔ مگر بادشاہوں کی خانہ جنگیوں عیش پرستیوں اور عمال کی بے ایمانیوں سے عالمگیر کے بعد یہاں تک نوبت پہونچ گئی کہ ہر صوبے میں بجائے خود الگ مہر و سکہ اور الگ خطبہ کی بادشاہی نظر آنے لگی۔ یہ موقعہ غنیمت سمجھ کر سکھوں۔ مرہٹوں اور انگریزوں نے خوب زور پکڑا اور جو صوبہ جس کے ہاتھ لگا لے لیا۔ آہ ؎

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ
ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

سلہ ان مثلوں کی ابتدا سمت ۱۸۰۱ بکرماجیتی میں ہوئی پہلی مثل بھنگیان کی تھی جسکے سردار
ہری سنگھ جھنڈا سنگھ گنڈا سنگھ زمینداران اضلاع امرتسر و لاہور تھے جو اکثر بھنگ پیا کرتے تھے۔ انہیں بھنگیوں کے
ہاتھ سے ایک بہت بڑی توپ ساختہ احمد شاہ ابدالی اب تک پرانے عجائب گھر (لاہور) کے سامنے موجود ہے اس مثل کے ماتحت دس ہزار
سوار تھے (۲) مثل رام گڑھیوں کی تھی جس کا سردار دلیپ سنگھ سکنہ رام گڑھ تھا (۳) مثل غنمیاں یعنی
گھنیان کی تھی جس کا سردار مجا سنگھ سکنہ موضع غنی متصل لاہور تھا اور جو ایک دفعہ اضلاع شرقی
لاہور پر قابض بھی ہوگیا تھا (۴) مثل اہلو والیہ کی تھی جس کا سردار جسا سنگھ تھا اور جس کے زیر حکم
تین ہزار سوار تھے۔ یہ سردار بڑا بارعب عقلمند اور متمول تھا اور تمام سکھ اس کی نہایت عزت
کرتے تھے موجودہ والئے کپورتھلہ اسی کی اولاد سے ہیں (۵) مثل نکرمان یعنی نکمان کی تھی جس کا
سردار پریم سنگھ قوم جاٹ سکنہ ضلع ملتان تھا اور جس کے ماتحت گیارہ ہزار فوج تھی (۶) مثل
ڈلیالہ تھی جس کا سردار تارا سنگھ قوم کا کیلا ساکن موضع ڈلی بر لب دریائے راوی تھا اس سردار
کے ماتحت سات ہزار سوار تھا (۷) مثل نشان والا کے سردار سنگت سنگھ و منوہر سنگھ بارہ ہزار
سوار کے مالک اور انبالہ پر قابض تھے (۸) مثل چڑت سنگھ مورث اعلیٰ مہاراجہ رنجیت سنگھ
تھا جس کے زیر حکم دو ہزار سوار تھے (۹) مثل فیض اللہ پوریہ عرف سنگھ پوریہ کی تھی جس پر
کپورا سنگھ اور خوشحال سنگھ اڑھائی ہزار سوار کی جمعیت سے حکمران تھے فیض اللہ پور کا ایک
گاؤں متصل امرتسر واقعہ ہے سکھوں نے اس کا نام سنگھ پور رکھدیا تھا (۱۰) مثل کروڑا کا مالک
پہلے سردار کروڑا سنگھ اور بعد ازاں بگھیل سنگھ قوم جاٹ ہوئے ہیں ان کے ماتحت بارہ ہزار
فوج تھی پہلا سردار لاولد فوت ہوگیا دوسرے کی بیوہ کو جو ستلج کے مشرقی دیہات پر قابض تھی
سرکار انگریزی کی طرف سے تا حین حیات پنشن ملتی رہی (۱۱) مثل شہید نہنگوں کی تھی جس کے
سردار کرم سنگھ اور گوربخش سنگھ دو ہزار فوج کے افسر تھے (۱۲) مثل پھولکیاں کی تھی پھول
ایک زمیندار تھا جس کی اولاد سے مہاراجہ نابھہ مہاراجہ پٹیالہ اور مہاراجہ
جیند یادگار ہیں۔ اس مثل کا سردار پہلے راجہ آلا سنگھ اور
بعد میں امر سنگھ ہوا جن کے ماتحت یکے بعد دیگرے پانچ پانچ
ہزار فوج رہی تھی (مؤلف)

چڑت سنگھ نے اپنی طاقت بڑھانیکے لیے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارنے شروع کیے اسی دھن میں ایکدفعہ
جموں پر چڑھائی کے ارادہ سے روانہ ہوا مگر وہاں اپنے ہاتھ سے ہی بندوق پھٹ جانیکے باعث بعمر ۴۵ سال ۱۷۷۴ء میں راہی ملک عدم ہوگیا
اسکے انتقال کیوقت اس کے بیٹے مہان سنگھ کی عمر دس سال کی تھی ۱۷۷۶ء میں مہان سنگھ
کی شادی والئے جیند کی دختر سے ہوئی جس سے ۱۷۸۰ء میں وہ لڑکا پیدا ہوا جس نے
کالو جیسے معمولی زمینداروں جادوں جیسے ساہنسیوں راجدیو جیسے دوکانداروں اور
بدھ سنگھ جیسے ڈاکوؤں کا نام ایک عالم میں روشن کر دیا۔ مہان سنگھ کو اس لڑکے کی
ولادت اس لئے اور بھی زیادہ نیک شگون معلوم ہوئی کہ جب رنجیت سنگھ پیدا
ہوا۔ اس وقت وہ خود جموں پر حملہ کرکے اگر بدر نتواند بسر تمام کند کا مضمون پورا کر
رہا تھا۔ مہان سنگھ نے جموں پر قابض ہو کر بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔ اس مال
غنیمت اور کامیابی سے اس کی طاقت و دولت تمام مثلوں پر غالب آگئی۔ مہان سنگھ
اپنے مقبوضات کی وسعت بہت دور تک پھیلاتا مگر افسوس کہ موت نے فرصت نہ
دی۔ اور وہ عین عالم شباب میں بعمر ۲۷ سال جب کہ رنجیت سنگھ کی عمر بارہ سال کی
تھی اس جہان سے کوچ کر گیا۔

شجرہ نسب

بدھ سنگھ

چندا سنگھ
نودھ سنگھ
گلاب سنگھ
سردار دیدار سنگھ
سردار چڑت سنگھ
گوربخش سنگھ
سردار امیر سنگھ
رتن سنگھ
گورکھ سنگھ
سردار مہان سنگھ
نودھان سنگھ
خزان سنگھ
دسوندھا سنگھ
مہاراجہ رنجیت سنگھ
جگت سنگھ
بھگت سنگھ
گوپال سنگھ
مہاراجہ کھڑک سنگھ
سردار عطر سنگھ
سردار جیل سنگھ
کنور نونہال سنگھ
سردار لہنا سنگھ
سردار سادا سنگھ
سردار بدھ سنگھ
سردار شمشیر سنگھ

بیماری صحت مجبوری اور آزادی

رنجیت سنگھ ابھی بچہ ہی تھا کہ اُس کو اس کثرت سے چیچک نکلی کہ اُس کی جان کے لالے پڑ گئے۔ اُس کے بدن اور خصوصاً چہرے پر چیچک کے داغ بہت بڑے بہت گہرے اور نہایت بدنما تھے۔ اسی بیماری کی وجہ سے اُس کی بائیں آنکھ بھی ہمیشہ کے لئے بیٹھ گئی۔ اور وہ عوام میں گو رنجیت سنگھ کانا (یکچشم) کے نام سے مشہور ہو گیا۔ مگر خوش طالعی اور خوش اقبالی چاروں طرف سے اپنا جلوہ دکھا رہی۔ اور ہم آغوش ہونے کے لئے ایک خاص وقت کی منتظر تھی۔ ہونہار لڑکے نے جب بیماری سے نجات پائی اور بچپن سے لڑکپن اور لڑکپن سے سن تمیز کا زمانہ آنے لگا۔ تو قدرتی جرأت و دلیری خود مختاری کے جوہر دکھانے لگی۔ اس وقت رنجیت سنگھ کی عمر ۱۷ سال کی تھی اور یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ۱۷۹۸ء میں احمد شاہ ابدالی کے پوتے شاہ زمان نے پنجاب پر حملہ کیا تھا اور واپسی کے وقت اُس کی چند توپیں دریائے جہلم میں رہ گئی تھیں جن کی بابت شاہ زمان نے رنجیت سنگھ کو کہلا بھیجا تھا کہ اگر یہ توپیں (جو تعداد میں آٹھ تھیں) تم نکلوا کر میرے پاس (کابل میں) بھجوا دو گے۔ تو تمہیں حکومت پنجاب کی سند باضابطہ طور پر دیدی جائیگی۔ رنجیت سنگھ نے ۱۷۹۸ء میں یہ توپیں دریا سے نکلوا کر شاہ زمان کے پاس بھیجدیں جسکے صلہ میں تخت لاہور پر قبضہ کر لینے کی اجازت دی۔ رنجیت سنگھ گو باپ کی طرف سے بالکل آزاد تھا مگر وہ چاہتا تھا کہ اپنی ساس سدا کور اور اپنی ماں راج کور کی ماتحتی اور نگرانی سے بھی آزاد ہو جائے۔ سدا کور نے کہنیا اور سکر چکیہ مثلوں کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لیکر اپنی طاقت کسی قدر مضبوط کر لی تھی۔ مگر اُس کی ماں راج کور جو پرلے درجہ کی بدچلن اور بدکار تھی رنجیت سنگھ کے ایما سے قتل کر دی گئی۔ رنجیت سنگھ نے ایک طرف سے فارغ ہو کر اب ہاتھ پاؤں نکالنے شروع کئے۔ اور ۱۷۹۹ء میں جبکہ اُس کی عمر ٹھیک ۲۰ سال کی تھی۔ اور حُسن تو نہیں مگر جوانی اپنا جوبن دکھا رہی تھی اُس نے لاہور پر قبضہ کرنے کی تیاریاں شروع کیں۔

لاہور میں سکھا شاہی حکومت

قبل ازیں کہ رنجیت سنگھ کے لاہور پر قابض ہونے کی کیفیت لکھی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لاہور کی اُس سکھا شاہی حکومت کا وضاحت سے ذکر کیا جائے جس نے سکھوں کی قوم اور اُن کی حکومت کو خصوصیت سے بدنام کر دیا ہے۔

بعض مسلمان بادشاہوں کی ناتجربہ کاریوں یا اُن کے غازیانہ جوش نے جو آخرکار اُن کی سلطنت کے تنزل کا باعث ہوئے سکھوں کو جو بالکل فقیرانہ منش تھے تنگ کرنا شروع کیا۔ سکھوں کی قوم کی ابتدا جیسا کہ ناظرین گذشتہ اوراق میں پڑھ آئے ہیں بابر بادشاہ کے عہد میں شروع ہوئی بہادر شاہ۔ فرخ سیار اور محمد شاہ رنگیلے کے زمانہ حکومت میں یہہ مذہب پنجاب میں کثرت سے پھیل چکا تھا۔ سکھ عموماً اَن پڑھ جاہل مگر طاقتور اور بہادر تھے اس لئے جب مسلمانوں سے ان کو تکالیف پہونچنی شروع ہوئیں۔ تو گورو گوبند سنگھ نے اس کے فقیرانہ ٹھاٹھ کو جنگی فرقہ بنا کر اس کی کایا ہی پلٹ دی۔ عرصہ تک چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں گو بادشاہی فوجوں کے مقابلہ میں اکثر سکھوں کو ہی ہزیمت اٹھانی پڑتی تھی تاہم اِن کی جمعیت ان کی بہادری اور انکے عقیدوں میں کوئی فرق نہ آیا۔ احمد شاہ ابدالی کو سکھوں نے گو بہت تنگ کیا مگر اس کا علانیہ مقابلہ نہیں کر سکتے تھے سنہ ۱۷۶۲ء میں شاہ مذکور جب کابلی مل کو لاہور کا نائب حاکم مقرر کر کے واپس افغانستان چلا گیا۔ تو سکھوں نے امرتسر میں ایک کونسل کر کے تیس چالیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ زین خان گورنر سرہند اور قصور کو فتح کر لیا۔ احمد شاہ اس وحشتناک خبر سننے سے پھر پنجاب میں آیا اور ابھی اس نے اس کے انتظام کا کوئی مکمل بند و بست نہ کیا تھا کہ اُسے معلوم ہوا کہ شاہ ایران کابل فتح کرنے کے ارادوں میں مصروف ہے یہہ خبر سنتے ہی شاہ مذکور واپس چلا گیا۔ سکھوں نے اواخر سنہ ۱۷۶۳ء میں کابلی مل کو ہزیمت دے کر لاہور پر قبضہ کر لیا۔ خدا کی شان ہے کہ سلطنت دہلی جس کی دھاک چار دانگ عالم میں تھی

اپنے ایک صوبہ کا بھی انتظام نہ کر سکتی تھی ادھر سینکڑوں میلوں کا پہاڑی دشوار گذار راستہ طے کر کے ایک غیر ملک کا بادشاہ احمد شاہ ابدالی اپنا رعب داب دکھانے کے لئے پنجاب پر کئی حملے کر چکا تھا واقعی جس سلطنت اور جس قوم میں بدافعالی اور بدکرداری اور عیش و عشرت حد سے بڑھ جائے اُس کا انجام آج بھی بُرا ہے اور کل بھی۔ سکھوں میں اس وقت تک کوئی مستقل بادشاہ یا راجہ نہ تھا جس کی لاٹھی اُس کی بھینس ہو رہی تھی۔ جب لاہور پر سکھوں کا قبضہ ہوا۔ تو شہر لاہور کی حکومت تین شخصوں لہنا سنگھ۔ گوجر سنگھ[1] اور سوبھا سنگھ کو ملی۔ سکھوں کی حکومت میں زیادہ تر اس زمانہ کا نام سکھا شاہی[2] حکومت مشہور ہے کیونکہ کوئی ذمہ دار افسر کوئی مدار المہام اور کوئی والئے تخت نہ تھا۔ ظلم و ستم حد سے بڑھ کر ہوتے تھے اور اس پر غضب یہ کہ داد فریاد کوئی نہ تھی۔ امیر گھرانے کو لوٹ لینا یا جان سے مار دینا مسافروں کا قتل۔ بات بات پر تلوار کا چل جانا۔ برہمنوں۔ ہندوؤں اور بالخصوص مسلمانوں کو تنگ کرنا مسجدوں میں اذان دینے کے جرم میں سر اڑا دینا بالکل بے حقیقت واقعات تھے۔ فوجوں کو بجائے تنخواہ کے مال غنیمت کا لالچ دیا جاتا تھا مالگذاری نہایت سختی سے اور نہایت بے قاعدہ وصول کی جاتی تھی غرض سخت بدانتظامی تھی اور لاہور کی رعایا کو اس طوائف الملوکی سے نہ دن کو چین نصیب ہوتا تھا نہ رات کو نیند۔ اس سکھا شاہی زمانے میں لاہور سے امرتسر تک جانا

---

[1] قلعہ گوجر سنگھ جو لاہور کی میونسپلٹی میں واقع ہے اسی گوجر سنگھ حد الحاکم کا بنایا ہوا ہے زمانہ سابق میں جب لاہور کی آبادی بہت دور دور تک تھی تو یہاں ایک محلہ حاجی سوائی کے نام سے تھا اور حویلی یہاں گوجر مل کھتری کی تھی مگر بعد میں ۱۸۲۵ بکرمی میں جبکہ سکھا شاہی حکومت میں چوری ایک معمولی بات تھی گوجر سنگھ نے ایک قلعہ بنوایا جو انکے نام پر مشہور ہو گیا جسکو سنہ ۱۸۴۰ میں راجہ رنجیت سنگھ نے گرا دیا تھا پھر بعہد مہاراجہ شیر سنگھ قلعہ کی بنیاد دوبارہ رکھی

[2] اس سے زیادہ خطرناک ایک دور زمانہ سکھوں کی عہد حکومت میں گذرا ہے جس کا نام برچھا گردی یا سکھا شاہی مشہور ہے اور جو ۱۸۳۹ یعنی رنجیت سنگھ کی وفات کی بعد مہاراجہ کھڑک سنگھ اور کنور نونہال سنگھ کے عہد میں اور انکے بعد شروع ہو کر طے ہو کر ختم ہوئی

ایسے دور دراز کا سفر ہوتا تو الوداع کے وقت طرفین گلے ملتے۔ روتے۔ اور دوسری ملاقات کو بد قسمت یا نصیب سے تعبیر کرتے اور سفر میں جان کی واپسی پر مبارک سلامت اور نذر نیاز سے کام لیا جاتا تھا۔

رعایائے لاہور اور مہر محکم الدین

باشندگان لاہور اس مخدوش اور مشوش زندگی پر موت کو ترجیح دیتے اور سہ حاکمان لاہور کی حکومت سے سخت متنفر تھے۔ انہیں دنوں میں مہر محکم الدین ایک شخص سوبھا سنگھ احد الی کم کا یہاں تک منظور نظر ہو گیا کہ سہ حاکمان لاہور کی طرف سے محکم الدین کو ہی شہر کے تمام دروازوں کا محافظ مقرر کر دیا گیا۔ اس زمانے میں لاہور کے دروازوں کی حفاظت نہایت ذمہ داری اور کمال درجہ کے اعتبار کا کام تھا۔ محکم الدین نے چند دنوں ہی میں خوب اقتدار حاصل کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب گوجرانوالہ میں رنجیت سنگھ اپنی جمعیت پیدا کر رہا اور طاقت پکڑ رہا تھا۔ شیخ سعدی کئی سو سال پہلے کہہ گئے ہیں کہ دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند۔ اس لئے یہ کس طرح ممکن تھا کہ ایرانی فلاسفر کا قول غلط ثابت ہوتا۔ سہ حاکمان لاہور آپس میں گتھم گتھا ہونے لگے رعایا پہلے سے بھی زیادہ تنگ آگئی چند معززین

نوٹ: محکم الدین نے پہلے پہل سمت ۱۸۱۰ میں سوبھا سنگھ سے اجازت لیکر باغ زیب النساء کے ارد گرد چند کنوئیں تیار کرائے اور زمین لائق زراعت بنائی بعد ازاں سمت ۱۸۱۸ میں سوبھا سنگھ کی اجازت سے محکم الدین نے باغ زیب النساء کو جو گردش ایام کے باعث برباد و خستہ حال تھا۔ ایک موضع کی صورت میں آباد کرنا چاہا۔ چنانچہ محکم الدین اور اسکے خاندان نے ہزارہا روپیہ کی لاگت سے اس باغ کی ایک بہت بڑی فصیل اور ڈیوڑھی تیار کرائی اور اس میں بہت سے مکان بنوائے اور نام اس بستی کا نوانکوٹ رکھا۔ اسی بستی میں زیب النساء بیگم دختر عالیہ شہنشاہ عالمگیر کی قبر بھی ہے۔ پنجاب کے مشہور پنجابی شاعر فضل شاہ اسی نوانکوٹ کا رہنے والا تھا (مؤلف)

شہر نے محکم الدین سے سازش کی کہ ان لوگوں کا تخت یا تختہ تمہارے اختیار میں ہے
تم رنجیت سنگھ سے ساز باز کرکے اُس کو کہلا بھیجو کہ لاہور پر حملہ کرے تو مَیں دروازے
کھلوا دونگا۔ محکم الدین نے بھی سوچا کہ رنجیت سنگھ پر تمام عمر کا احسان رہیگا۔ اور میرا اقتدار
موجودہ صورت سے بھی بہت زیادہ ہو جائیگا۔ اور بعض وقت میں رنجیت سنگھ کو دبا
بھی لونگا کیونکہ سلطنت تو آخر اُس کو میرے طفیل ہی ملیگی۔ یہ سوچکر اور رنجیت سنگھ
سے اپنے مطلب کے عہد و پیمان کرکے اُس نے رنجیت سنگھ کو کہلا بھیجا کہ یہاں آؤ
اور لاہور اپنے قبضے میں کر لو۔ رنجیت سنگھ کو اِدھر یہ تقویت تھی۔ اور اُدھر شاہ زمان
نے بھی لاہور پر قبضہ کر لینے کی اجازت دیدی تھی*

رنجیت سنگھ کا لاہور پر قبضہ

رنجیت سنگھ اِن سہاروں اور آسروں کی تقویت سے جولائی ۱۷۹۹ء
میں صرف دو سو سواروں کی جمعیت سے لاہور کی طرف روانہ ہوا اور بھاٹی دروازہ
کے باہر ڈیرے لگا دیئے۔ مہر محکم نے جس کے ایما سے رنجیت سنگھ نے حملہ کی جرأت کی تھی
بھاٹی دروازہ کھول دیا۔ دروازے کا کھلنا تھا کہ رنجیت سنگھ اور اُس کی فوج واہگوروجی
کا خالصہ اور واہگوروجی کی فتح کے نعرے لگاتی شہر میں داخل ہوئی۔ ادھر مہر محکم
نے یہ چال کی۔ کہ سوبہا سنگھ وغیرہ پر رنجیت سنگھ کا رعب بٹھانے کے لئے اُن سے
جا کر کہا کہ رنجیت سنگھ دس ہزار فوج سوار اور پیادہ لے کر شہر میں داخل ہو گیا ہے
جہاں جہاں جس کے سینگ سماتے ہیں چلا جائے۔ رنجیت سنگھ کا اقبال کچھ ایسا
غالب اور اُس کا خوف اُن ہر سہ حاکموں پر کچھ ایسا چھایا کہ وہ لاہور سے ایسے
بے سروپا ہو کر بھاگے کہ مال اسباب اور زن و فرزند کی بھی خبر نہ لی۔ رنجیت سنگھ
نے دو ماہ کے عرصہ ہی میں چار ہزار سپاہی لاہور سے فراہم کر لئے۔ بلند اقبالی نے پانچ ضرب
توپ بھی کسی خفیہ مقام سے دستیاب کرا دیں۔ جن کی مدد سے اردگرد کے مواضعات
فتح ہونے لگے۔ خوش طالعی بھی سایہ کی طرح ساتھ ساتھ تھی۔ اس نے موضع گڑھی شاہو

سے ایک مینار کے نیچے سے دو سو گولہ توپ مدفونہ برآمد کرائے۔ ادہر شاہ زمان کی سرکار سے راجہ کا خطاب بھی مل گیا غرض جب سے سکھوں نے ہاتھ پاؤں نکالے اور جب سے اونہوں نے ملک میں شورش برپا کی۔ رنجیت سنگھ ہی ایک ایسا باقبال اور ظفریاب سردار ہوا جو راجہ اور آخر میں مہاراجہ کہلاکر حکومت کرتا رہا۔

مہر محکم الدین کا اقتدار اور ترقی

راجہ رنجیت سنگھ ہرچند عام سکھوں کی طرح محض بے علم تھا۔ مگر عقل خداداد ایسی تھی وہ ایسے ایسے کام کرتا کہ عالم و فاضل حیران رہ جاتے تھے۔ کچھ شک نہیں کہ اگر اس کے جانشین راجے اور سردار سکھوں کی زندگی بیس سال بھی اور وفا کرتی تو یقین تھا کہ سکھوں کی سلطنت ایک مستحکم بادشاہی ہو جاتی یا کم سے کم اتنی جلدی تباہ اور غارت نہ ہوتی کہ رنجیت سنگھ کے مرنے کے بعد دس سال میں ہی صفائی ہو جاتی۔ مگر جو بات کارخانہ قدرت کو منظور ہو۔ اُس میں ترمیم و تنسیخ کی کس کو مجال ہے۔

رنجیت سنگھ ہرچند مہر محکم کا بہت لحاظ و ادب کرتا تھا۔ بلکہ از روئے تعظیم اُس کو بابو (باپ) کہہ کے پکارا کرتا تھا۔ ادہر محکم بھی اس خیال سے کہ ولی نعمت تاج ہیں پرساختہ پرداختہ اور ممنون احسان ہے پھولا نہ سماتا تھا۔ مگر رنجیت سنگھ کو مہر محکم الدین سے اُس کی نمک حرامیوں اور بیوفائیوں کے باعث جو اُس نے حاکمان لاہور سے کی تھیں۔ باطناً سخت نفرت و حقارت تھی جسے وہ علانیہ ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ شہر کے تمام دروازوں کی کنجیاں دستور سابق کے مطابق محکم الدین کے پاس ہی رہا کرتی تھیں۔ رنجیت سنگھ ان کنجیوں کے حاصل کرنے کے لئے اندرونی طور پر بہت کوشش کرتا رہا۔ مگر بظاہر کوئی پیش نہ گئی غرض محکم الدین نے رنجیت سنگھ کے ابتدائی زمانہ میں یہاں تک اقتدار اور ترقی حاصل کی کہ تمام سرداروں اور رعایا کا تو کیا ذکر خود رنجیت سنگھ جیسا نڈر اور شہ زور راجہ علانیہ اُس کی مخالفت نہیں کر سکتا تھا۔

قصور پر رنجیت سنگھ کے حملے

سنہ ۱۸۰۰ء کے اوائل تک مہاراجہ رنجیت سنگھ لاہور اور امرتسر کے ارد گرد کے مواضعات
پر کم و بیش قابض ہو گیا۔ مگر پٹھان سرداروں اور رئیسان قصور سے وہ ہر وقت
خائف رہتا تھا۔ رئیسان قصور میں نواب نظام الدین[1] اور نواب قطب الدین خان
نے جن کا اصلی علاقہ ممدوٹ تھا ۱۷۹۴ء میں اپنے ہموطن پٹھانوں کی امداد سے سکھوں
کو قصور سے نکال دیا اور اپنی الگ ریاست قائم کر لی۔ سردار گلاب سنگھ رئیس مسل
بھنگی نے جو قصور پر پہلے تاخت و تاراج اور زیر کیا تھا قصور کو واپس لینے کی بہت
کوشش کی۔ مگر زبردست پٹھانوں سے کوئی پیش نہ چلی۔ آخر با اقبال رنجیت سنگھ نے
سنہ ۱۸۰۱ء میں قصور پر ایک فوجی حملہ کیا۔ نظام الدین خان نے گو رنجیت سنگھ کا باجگذار
ہونا منظور کر لیا۔ مگر مقابلہ ایسی ہمت اور جوانمردی سے کیا کہ مہاراجہ بھی اس کا قائل
ہو گیا۔ سنہ ۱۸۰۲ء میں نظام الدین خان کو اس کے رشتے کے چند بھائیوں نے جن کی
جاگیریں اس نے چھین لی تھیں قتل کر ڈالا۔ مگر بہت جلد نواب مرحوم کے بھائی
قطب الدین خان نے قاتلوں کو کیفر کردار کو پہنچا دیا۔ قصور میں [illegible] مہاراجہ رنجیت سنگھ
نے پھر حملہ کیا مگر ناکامیاب رہا۔ آخر سنہ ۱۸۰۷ء میں پھر تیسرا حملہ کیا جو ایک ماہ تک جاری
رہا۔ اس حملے نے نواب قطب الدین خان[2] کو شکست قبول کر لینے پر مجبور کر دیا۔ اور وہ دریا
ستلج پار اپنے اصلی علاقہ ممدوٹ میں بطور ایک جاگیردار اور سو سواروں کی نوکری
دینے کی شرط پر چلا گیا اور قصور جس کی آمدنی سات لاکھ سات ہزار تھی مہاراجہ نے
اپنے ایک فوجی افسر نہال سنگھ کو عطا کر دیا۔ نہال سنگھ مہاراجہ کا بہت منظور نظر تھا اور
سنہ ۱۸۰۱ء سے ۱۸۱۸ء تک کی تمام لڑائیوں میں شامل تھا۔ [illegible] نہال سنگھ کا [illegible] تھا۔

---

[1] بعض تاریخوں میں [illegible]

[2] موجودہ نوابان ممدوٹ انہی صاحب کی اولاد میں ہیں۔ مفصل حالات کے لئے دیکھو [illegible] پنجاب مصنفہ [illegible]

امرتسر پر رنجیت سنگھ کا تسلط

سردار گوربخش سنگھ کی بیوہ رانی سدا کور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ساس ہونے کے باعث سکھوں کی تاریخ میں بڑی مشہور عورت ہوئی ہے۔ گوربخش سنگھ ۱۷۸۲ء کی لڑائی میں جو بٹالہ اچل میں جے سنگھ کنہیا اور سردار مہان سنگھ سوکرچکیا (رنجیت سنگھ کے باپ) کے درمیان ہوئی تھی مارا گیا تھا۔ سردار گوربخش سنگھ کی ماتحتی میں جو اپنے باپ جے سنگھ کے بعد کنہیہ مثل کا سردار تھا چجومل ایک خاندانی برہمن بھی تھوڑی سی جمعیت کا افسر تھا۔ گوربخش سنگھ کے قتل کے بعد اسکی بیوہ رانی سدا کور کی طرف سے چجومل امرتسر میں کنہیوں کی گڑھی کا چودھری مقرر ہوا۔ اس نے اپنے زمانہ میں امرتسر کو خوب رونق دی۔ رام گڑھیوں اور سرداران گرد و نواح نے رانی سدا کور اور اُس کے معتمد پر بہت حملے کئے مگر وہ نہایت قابلیت اور جوانمردی سے ہر پہلو بچاتے رہے۔ انہیں دنوں میں رنجیت سنگھ کی شادی کم عمری ہی میں رانی سدا کور کی دختر رانی مہتاب کور سے ہو گئی۔ اس لئے اُس کو اکثر امرتسر کی آمد و رفت درپیش رہا کرتی تھی۔ مگر سرداران بھنگی سے نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے اپنے آپ کو بچاتا رہا۔ قصور کو فتح کرنے کے بعد رنجیت سنگھ کے دل میں صرف ایک ہی کانٹا تھا جو ہر وقت کھٹکتا رہتا تھا اور وہ سرداران بھنگی کا فتنہ و فساد تھا۔ اس فتنہ و فساد کو ہمیشہ کے لئے فرو کرنے کی خاطر ۱۸۰۲ء میں امرتسر پر چڑھائی کرنی پڑی۔ ان دنوں رنجیت سنگھ ایک کامیاب اور فتح مند راجہ تسلیم ہو رہا تھا۔ سرداران بھنگی یا اور معمولی سردار اور نواب اُس کے آگے کوئی چیز نہ تھے۔ اس لئے چجومل کی امداد سے رنجیت سنگھ بہت جلد امرتسر پر قابض ہو گیا اور بھنگی سرداروں کے تمام علاقہ کو اپنے مقبوضات میں شامل کر لیا۔ چجومل ۱۸۰۵ء تک امرتسر میں افسر پرمٹ (چونگی) رہا۔

سرداران بھنگی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ

سکھوں کی اس مثل نے ۱۷۶۳ء کے بعد بعہد سردار رن سنگھ چھوٹے چھوٹے ٹھاکروں

اور ہمسایوں سے لڑ کر نو لاکھ روپیہ کا علاقہ (چونیاں قصور۔ شرقپور۔ گوگیرہ وغیرہ)

اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ مگر ۱۷۸۱ء میں سردار رن سنگھ کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا

بھگوان سنگھ اپنے علاقہ کو سنبھال نہ سکا۔ جو ہر وقت میہاں والہ کے رئیس کنور سنگھ اور

وزیر سنگھ سے خائف رہتا تھا۔ جنہوں نے بھگوان سنگھ کا کچھ علاقہ دبا بھی لیا تھا

بھگوان سنگھ سردار مہان سنگھ (والد رنجیت سنگھ) سے راہ و رسم بڑھا لیا تھا

مگر کوئی بہانہ نہ ملتا تھا۔ جب رنجیت سنگھ پیدا ہوا تو بھگوان سنگھ اور

گیان سنگھ دونوں سرداروں نے اپنی ہمشیرہ راج کور معروف نکائن کی نسبت

رنجیت سنگھ سے کر دی کیونکہ مہان سنگھ دن بدن بڑھ رہا اور قوت حاصل کر رہا

تھا۔ وزیر سنگھ نے اس رشتے کے توڑنے کے لئے بہتیری کوشش کی۔ مگر کوئی

پیش نہ چلی۔ جب ۱۷۸۵ء کو مہان سنگھ نے جے سنگھ مثل کنہیہ پر حملہ کیا۔ تو اس نے

اپنی امداد اور نیز دونوں سرداروں میں صلح صفائی کر دینے کے لئے وزیر سنگھ

اور بھگوان سنگھ کو بلایا۔ صلح تو ہو گئی۔ مگر دلوں کے کھوٹ دور نہ ہوئے تھے نہ ہوئے

فساد پھر سختی سے پیدا ہوا اور ایک جنگ ہوئی جس میں بھگوان سنگھ ۱۷۸۷ء

میں مارا گیا۔ اسی سال گیان سنگھ نے جو اپنے بھائی کی جگہ جانشین ہوا تھا۔

اپنی بہن کی شادی رنجیت سنگھ سے کر دی جس سے ۱۸۰۱ء میں مہاراجہ کھڑک سنگھ

پیدا ہوئے۔ اس امر کو تمام مؤرخوں نے افسوس سے لکھا ہے۔ کہ سرداران

نکئی کو رنجیت سنگھ سے جس قسم کی توقع تھی۔ وہ بالکل خلاف واقعہ ظہور میں

آتی رہی۔ رنجیت سنگھ کو کئی چھوٹے چھوٹے سردار اپنا مربی اور دست و بازو

بنانے کے لئے بہت کچھ نقد و جنس دیا کرتے یا اُس سے رشتے پیدا کرتے تھے

مگر رنجیت سنگھ کو ملک گیری کا خود اتنا شوق تھا۔ کہ اُس نے کئی سرداروں

کے علاقے زبردستی دبا لئے جو اُس کے پاس پناہ گیر یا اُس سے امداد کے طالب

ہوئے تھے۔ یہی بدقسمتی خاندان نکئی کو بھی ۱۸۰۷ء میں پیش آئی۔ جبکہ سردار

گیان سنگھ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا کاہن سنگھ اپنے خاندان کا رئیس تھا مہاراجہ نے کاہن سنگھ کو کئی دفعہ دربار میں بلوا بھیجا۔ مگر وہ ہمیشہ عذر و حیلے کرتا رہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ لاہور جا کر واپس آنا نصیب نہ ہوگا۔ بقول مشہور ؎

اب کا سفر وہ ہے کہ نہ دیکھو گا پھر وطن   یوں تم میں لاکھ بار غریب الوطن ہوا

مہاراجہ رنجیت سنگھ ایسے عذر و حیلے سننے یا صاف انکار کا کب تک متحمل ہو سکتا تھا۔ دندان طمع کی تیزیوں نے ۱۸۱۰ء میں اس خاندان کے علاقہ کو چبا ڈالا۔ اور قبضہ و تصرف کے بعد سردار کاہن سنگھ کو جو کئی لاکھ روپیہ جاگیر کا خود مختار مالک تھا جنڈوال کے نواح میں صرف ۱۵ ہزار کی جاگیر دے کر ٹال دیا۔ سردار کاہن سنگھ نے ۱۸۷۲ء میں بعہد سلطنت انگریزی انتقال کیا۔ اس کی اولاد اب موجود ہے۔

جسونت رائے ہلکر اور رنجیت سنگھ

خاندان مغلیہ کے آخری کمزور دل بادشاہوں نے نہ صرف اپنے خاندان کو ہی بدنام کیا بلکہ ہندوستان کی عظیم الشان سلطنت بھی ہاتھوں سے گنوا دی اور ملک میں یہاں تک بدامنی پھیلا دی کہ ہر فوجی افسر کو بھی بادشاہی فوجوں کے مقابلہ کی جرائت ہو گئی چھوٹے چھوٹے جاگیرداروں نے اپنی الگ سلطنت قائم کرنے کے لیے وہ اودہم مچایا کہ جب تک انگریزوں نے مکمل طور پر پنجاب اور ہندوستان کی حکومت نہ سنبھال لی۔ یہ جنت نشان سرزمین نمونۂ قہر الٰہی نظر آ رہی تھی۔ شاہان دہلی کے زوال کے زمانہ میں جسونت راؤ ہلکر مرہٹوں کا نامی افسر تھا جس نے اکتوبر ۱۸۰۴ء میں دہلی کا محاصرہ کرتے ہوئے جرنیل اختر لونی اور کرنل برن سے شکست کھائی۔ مگر دو ماہ بعد پھر اس نے حملہ کیا اس دفعہ اس کی فوج ایسی پراگندہ اور اسے ایسی ناکامی ہوئی کہ پنجاب کے رئیسوں سے مدد لینے کے لیے پہلے پٹیالہ آیا۔ پھر یہاں بھی ناکامی کے بعد ۱۸۰۵ء میں بمقام امرتسر رنجیت سنگھ کے پاس بغرض امداد آیا۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ رنجیت سنگھ

ہردوار کے اشنان کے لیے جا رہا تھا اثنا ئے راہ میں اُسے اگرچہ خبر ملی اور وہ بغیر اشنان کئے ہی امرتسر واپس آ گیا۔ مورخوں کا بیان ہے کہ شاید رنجیت سنگھ جسونت راؤ ہلکار کو فوج اور روپے کی امداد دے دیتا۔ مگر اُس کے ایک دلاور مصاحب فتح سنگھ[1] کالیانوالہ نے اُسے بہت کچھ نشیب و فراز سمجھایا جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ جسونت راؤ کو مایوس ہو کر آخر کار انگریزوں سے صلح کرنی پڑی۔

رنجیت سنگھ کی خوشدامن مائی سدا کور

۱۸۱۸ء کے بعد رنجیت سنگھ اپنی ساس سدا کور کے مُلک پر تصرف کرنے کے فکر میں رات دن مصروف رہنے لگا۔ سدا کور بھی گو عورت ذات تھی مگر حقیقت یہ ہے کہ نہائت چالاک ہوشیار اور چالباز تھی۔ رکنیہ مثل کے تمام سردار اسی عورت کے زیر حکم تھے۔ جن کو ہلاک یا مُقید یا محکوم کرنے کے لئے مہاراجہ کی طرف سے اُس کا ایک قابل جان نثار سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ[2] مقرر کیا گیا جس نے بہت تھوڑے عرصہ کے بعد رانی کو گرفتار کر کے امرتسر میں مقید کر دیا۔ اور اُس کے تمام مُلک پر مہاراجہ رنجیت سنگھ کا قبضہ ہو گیا۔

مہاراجہ کی فوج میں یوروپین افسر

رنجیت سنگھ ہرچند ایک بہادر رہنما اور قابل حکمران تھا۔ مگر اپنی فوج کی بے قاعدگی

---

[1] فتح سنگھ کا دادا سندھو جٹ جس نے اپنے خاندان میں سب سے پہلے سکھ مذہب اختیار کیا تھا رنجیت سنگھ کے باپ اور دادا کے ساتھ ہمیشہ ہر جنگ میں مصروف رہتا تھا۔ فتح سنگھ بھی ۱۷۹۸ء میں مہاراجہ کی ملازمت میں داخل ہُوا اور اپنی وفاداری اور بہادری کی بدولت بہت جلد مورد الطاف ہو گیا فتح سنگھ اپنی وفات یعنی ۱۸۰۷ء تک رنجیت سنگھ کے ساتھ ہر لڑائی میں شامل رہا تھا (موئف)

[2] لاہور کا سردار دیال سنگھ مجیٹھیہ اسی سردار کی اولاد سے تھا (موئف)

اور بد انتظامی سے اُسے ہمیشہ یہہ خطرہ رہتا تھا۔ کہ اگر انگریزون یا کسی بڑی سلطنت سے
مقابلہ پیش آگیا تو یہہ فوج کسی باقاعدہ اور قواعد دان فوج کے مقابلہ مین بالکل بے وقعت
ثابت ہوگی۔ اس لیے اُس نے انگریزون سے چند فوجی افسر اپنی فوج کو قواعد سکھانے
کے لیے طلب کئے۔ مگر اُن انگریزون نے انکار کردیا اتفاق سے انہیں دنون (
۱۸۲۲ء مین چند اٹالین اور فرانسیسی افسر بتلاش روزگار براہ ایران و خراسان
پنجاب مین وارد ہوئے۔ تو انہون نے اپنی خدمات مہاراجہ کے حضور مین پیش کین (

ناصح جب میرے ایام بھلے آئینگے
بن بلائے وہ میرے گھر پہ چلے آئینگے)

ان افسرون مین دو افسر خصوصیت سے مشہور تھے۔ جو نپولین شاہ فرانس کے حملون
مین بھی شامل تھے۔ ان مین سے جنرل ونتورا اور جنرل الارڈ کے سپرد فوج خاص
(یعنی فوج خالصہ مین جو اوّل درجہ کی فوج تھی) کی کمان سپرد ہوئی۔ ان دونون
کی ماتحتی مین دیوان اجودھیا پرشاد[1] بعہدہ بخشی گری مامور ہوئے۔ اور اس عہدہ کو
اس قابلیت سے سرانجام دیا کہ جب جنرل ونتورا دو دفعہ فرانس اپنے وطن مین
رخصت پر گئے تو دیوان اجودھیا پرشاد اُن کی غیر حاضری مین کل فوج کا افسر رہا۔
فرانسیسی اور اٹالین افسر ۱۸۴۳ء تک سرکار پنجاب کی خدمات بجا لاتے رہے
مگر بعد مذکور کے آخری دنون مین جب سلطنت کا شیرازہ بالکل ہی بکھر گیا
اور چارون طرف نفسی نفسی کی آواز سنائی دینے لگی۔ تو لاچار یہ افسر اپنی جان
اور عزت بچا کر پنجاب سے ہمیشہ کے لیے چلے گئے۔

---

[1] رائے بہادر دیوان بیجناتھ آنریری مجسٹریٹ اندرون دہلی دروازہ لاہور دیوان اجودھیا پرشاد
کے خلف ارشد ہیں۔ دیوان اجودھیا پرشاد کو فوجی قابلیتون اور انگریزی سرکار کی دلی وفاداری نے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے
مالا مال کردیا تھا۔ دیوان بیجناتھ کی پیدائش ۱۸۴۲ء کی ہے۔ جو عرصہ تک ایکسٹرا اسسٹنٹ یعنی ۱۸۵۷ء
مین تحصیلدار شرقپور ضلع لاہور مقرر ہوئے تھے۔ جسطرح دیوان اجودھیا پرشاد نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خدمات کی تحسین
ایسی ہی دیانتداری اور ملکی خدمات ادا کرتے رہے اور بھی سرکار انگریزی کے عہد مین خلعت ... [illegible]

مہاراجہ کی فوج اور آمدنی

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے وقت فوج آئین میں پیادہ سوار اور توپ خانہ ملا کر ۹۲۱۶۹ آدمی تھے۔ ۲۰۰ توپیں تھیں اور خرچ ماہوار ۳۸۲۰۸۸ روپیہ تھا۔ تنخواہ پیادوں کی دس اور سواروں کی ۲۵ روپیہ تھی۔ مگر وصول نہایت دقت سے ہوتی تھی۔ ایک دفعہ مہاراجہ گورکھا رجمنٹ کی خوفناک سرکشی کے رعب سے گوبندگڑھ امرتسر کے قلعہ میں جہاں خزانہ ہوتا تھا چھپ گئے تھے۔ اس پلٹن کی سرکشی کا باعث یہ تھا کہ بقایائے تنخواہ ان کو نہیں ملی تھی۔ مہاراجہ نے اپنی ۳۹ سال کی حکومت میں سندھ اور ستلج کے درمیانی حصے۔ کشمیر اور بہت سے سرحدی علاقے پشاور۔ ہزارہ۔ ٹانک ڈیرہ غازیخان۔ ڈیرہ اسمٰعیل خان اور لداخ اور کانگڑہ کے بہت سے کوہستانی راجے اور سردار مطیع فرمان یا باجگذار کر لئے تھے۔ ان میں سے اکثر جاگیرداروں کو مالگذاری معاف تھی۔ مہاراجہ کی آمدنی کا سالانہ اندازہ حسب ذیل کیا گیا ہے کاغذات پر شاہی مہر لگانے کی فیس ۵۷۷ روپے پنجاب کا محصول چنگی ۱۶۰۰۰۰ روپے مالگذاری اور خراج ۰۰ ۹۳۳۰۰۴۲ سرداروں اور جاگیرداروں کی معافیات کا اندازہ ۹۰۰۰۳۴۰۰ کل آمدنی اڑھائی پونے تین کروڑ کے قریب بیان کی جاتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مہاراجہ کو اپنے ذاتی رعب داب اور بعض نذرانوں سے اس تخمینہ سے بہت زیادہ روپیہ وصول ہو جاتا تھا۔

مہاراجہ کے ایام عنفوانی عہد کی فتوحی

سردار جسا سنگھ رام گڑھیہ[1] نے جب ۱۸۰۳ء میں وفات پائی تو جودھ اس کا بیٹا

---

[1] یہ سردار ۱۷۸۷ء میں سرہند کی طرف اس قدر بڑھ چلا تھا کہ نواب میرٹھ نے اپنے علاقہ کو غارت سے بچانے کے لئے سالانہ دس ہزار روپیہ نذرانہ دینا منظور کیا تھا۔ (مؤلف)

حکمرانی کے قابل نہ نکلا۔ رنجیت سنگھ نے جو کمزور سرداروں پر چڑھائی کے بہانے تلاش کرتا رہتا تھا۔ اُس سے دغا و فریب کی محبت کرنی شروع کی۔ جودھ سنگھ کو اس محبت و حسن عقیدت کا جب یقین نہ آیا تو طرفین دربار صاحب امرتسر میں آئے اور یہاں ایک عہد نامہ مشعر دوستی و دوام مابین آپنے اور خاندان رام گڈھیہ کے لئے لکھا گیا جس پر رنجیت سنگھ نے جودھ سنگھ کے مزید اطمینان کے لئے زعفرانی پنجہ لگا دیا۔ مگر جودھ سنگھ کا علاقہ غصب کرنے کے لئے رنجیت سنگھ کو کوئی موقعہ نہ ملتا تھا۔ کیونکہ جودھ سنگھ اپنی طرف سے صادق دوستی کے اظہار میں مہاراجہ کی ہر خدمت کے لئے تیار رہتا تھا البتہ ۱۸۱۶ء میں جودھ سنگھ کے مرنے پر اُس کے پس ماندگان اور اُس کی بیوہ میں باہمی نزاع ہوا۔ تو رنجیت سنگھ نے اُن تینوں کو لاہور اس غرض سے بلا لیا۔ کہ یہاں تمہارا انصاف کر دیا جائیگا۔ وہ مصیبت کے مارے جب یہاں آئے۔ تو قید کر لئے گئے مہاراجہ نے میدان خالی دیکھ کر اور خود سر لشکر بن کر قلعہ رام گڈھ اور رام گڈھیوں کے تمام دیگر قلعے جو ایک سو سے بھی زیادہ تھے دبا لئے۔ اور اس طرح زعفرانی عہد منسوخ کر دیا گیا۔

سردار ہری سنگھ نلوہ کے کارنامے

رنجیت سنگھ کی فوج میں ہری سنگھ نلوہ ایک نہایت بہادر اور رجمنٹ کا سپہ سالار ہو گذرا ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ وہ بھی رنجیت سنگھ کی طرح گوجرانوالہ کی ہی پیدائش تھا اور ہری سنگھ کا خاندان یعنی اُس کا باپ گوردیال سنگھ اور دادا ہردیال سنگھ سرداران سوکر چکیہ چڑت سنگھ اور مہان سنگھ (رنجیت سنگھ کے دادا اور باپ) کا ملازم تھا۔ ۱۸۰۷ء کے محاصرہ قصور میں ہری سنگھ نے ایسی جوانمردی اور شجاعت دکھائی کہ رنجیت سنگھ نے خوش ہو کر اس کو ایک جاگیر عطا کی۔ مارچ ۱۸۱۸ء میں فتح ملتان کے محاصرہ میں اُس نے کارہائے نمایاں دکھلائے ۱۸۱۹ء میں وہ اس فوج کی ایک قسمت کا افسر تھا جو کشمیر پر بھیجی گئی تھی۔ مگر وہاں اُس نے رعایا پر نہایت سختیاں اور ظلم و تشدد کئے جس پر مہاراجہ کو ۱۸۲۰ء میں اُسے واپس بلا لینا پڑا۔ سردار ہری سنگھ

کو مسلمانون سے سخت نفرت تھی۔ وہ صلح کی بجائے مسلمانون سے ہمیشہ لڑنا پسند کرتا تھا چنانچہ جب اوس کو ہزارہ کی نظامت ملی۔ اور محمد عظیم خان کی حرکات کی نگرانی اُس کے سپرد ہوئی تو اُس نے مسلمانون پر نہائیت سختیان کین بعض جوشیلی طبعئین آمادہ فساد ہوگئین اور اگر بعد مین ہری سنگھ کو کمک نہ پہونچ جاتی۔ تو مفسدون سے جان بچانی مشکل ہو جاتی۔ شروع ۱۸۲۷ء مین سید احمد شاہ نامی ایک شخص نے یوسفزئی کی متعصب اور جوشیلی اقوام کو سکھون اور کافرون کے برخلاف جہاد کا وعظ کہنا شروع کیا جس کا اثر یہان تک ہوا کہ سرداران بارکزئی نے بھی بہت بڑی جمعیت حاصل کرلی۔ سردار ہری سنگھ کو حکم ہوا کہ ۲۵ ہزار فوج لے جاکر جاؤ اور تاوقتیکہ مہاراجہ خود کمک لیکر نہ پہونچین۔ سید کو دریائے اٹک سے عبور نہ ہونے دے ہری سنگھ بیشک شجاع تھا چست تھا۔ دلیر تھا۔ کامیابی کی نئی نئی تدبیرین سوچتا تھا۔ مگر ساری خرابی یہ تھی کہ دُور اندیش نہ تھا۔ اُس نے رنجیت سنگھ کے انتظار کے بغیر ہی نصف فوج کو بسر کردگی سردار بدھ سنگھ سندہانوالیہ دریا سے پار اُتار دیا۔ وہان دشمن کی کثیر التعداد فوج نے سکھون کی تمام فوج کو چارون طرف سے گھیر لیا مگر بدھ سنگھ نے محض اپنی قابلیت سے وہ شمشیر زنی کی لڑائی شروع کی۔ کہ دشمن کو ہزیمت کھانی پڑی۔ بعد مین مہاراجہ اور سردار ہری سنگھ بھی آپہنچے۔ جنہون نے پشاور کی طرف کوچ کر کے قلعہ بالا حصار کو لوٹا۔ مسجدون کو بے عزت کیا۔ پشاور کا خراج بڑھا دیا۔ اور اپنی سکھ دوستی مہاراجہ یار محمد خان کے فرزند کو بطور یرغمال اپنے ہمراہ لے گیا ۱۸۳۴ء مین سردار ہری سنگھ معہ شاہزادہ نونہال سنگھ پشاور سے مزید خراج لینے کے بہانے پھر آیا۔ مگر حقیقت میں مطلب شہر پر قبضہ کرنے کا تھا سرداران بارکزئی کو کہلا بھیجا کہ جب تک شاہزادہ شہر کی سیر کرے۔ آپ لوگ باغ علی مردان خان مین چلے جائین کچھ سردار تو چلے گئے اور کچھ نہ گئے۔ استنے مین شہزادہ اور سردار اور سکھ فوج شہر مین داخل ہوگئی۔ ادنیٰ خفیف سے مقابلہ کے بعد شہر پر قبضہ ہوگیا ۱۸۳۵ء اس کامیابی کے بعد ہری سنگھ سرحد پر سپہ سالار رہا۔ ۱۸۳۷ء مین امیر دوست محمد خان نے پشاور کے لینے کا پھر عزم کیا۔ مگر خفیف سی لڑائیون کے بعد

وہ اپنے ارادے کو مستقل نہ رکھ سکتا ۔

مگر ان خفیف سی لڑائیون کے ایک سال بعد یعنی آخر ۱۸۳۶ء یا اوائل ۱۸۳۷ء میں جب ہری سنگہ کو جمرود پر قلعہ بنانے کا حکم ہوا تو امیر دوست محمد خان نے مقابلہ کے لئے ایک بہت بڑی جمعیت سات ہزار فوج کی اپنے چار بیٹون اور وزیر محمد خان کی سرکردگی میں بھیجی ۔ جن کے ساتھ رستے سے بارہ ہزار خیبری بھی شامل ہو گئے ہری سنگہ اُن دنون پشاور میں بیمار تھا ۔ اور قلعہ جمرود میں مہان سنگہ میر پوریہ ۸۰۰ فوج پر حاکم تھا ۔ افغانون نے قلعہ کی دیوارین مسمار کر دین ۔ اتنے میں ہری سنگہ بھی جس کو روزانہ پیغام جا رہے تھے ۔ بیماری کی حالت ہی مین قریباً ۹ ہزار کی آئینی اور غیر آئینی جمعیت لیکر آ پہونچا ۔ اس جنگ کا نتیجہ بہ نسبت افغانون کے سکھون کے حق میں نہایت مضر ہوا کیونکہ اُن کا مشہور جنگ آزما جرنیل اور بہادر افسر اسی لڑائی میں ضایع ہو گیا ۔ افسوس ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگہ نے ایسے مشہور اور جانباز فوجی افسر کی جائداد کا بھی اُس کی وفات کے بعد بہت سا حصہ دبا لیا ۔

سرکار انگریزی اور مہاراجہ رنجیت سنگہ

مہاراجہ رنجیت سنگہ اور سرکار انگریزی کے تعلقات ۱۸۰۵ء سے شروع ہوتے ہیں ۔ جبکہ جسونت راو ہلکر دربار لاہور سے امداد لینے کے لئے آیا تھا ۔ اور دربار نے انکار کر دیا تھا ۔ آخر جسونت راو نے صلح کر کے انگریزون سے اپنا بہت سا علاقہ واپس لے لیا ۔ اسی صلح کے ضمن میں مہاراجہ اور سرکار انگریزی کے درمیان بھی ایک عہد نامہ ہوا جس میں انگریزون کی طرف سے ایک یہ شرط بھی تھی ۔ کہ جب تک دربار لاہور (یعنی رنجیت سنگہ) سرکار انگریزی کے دشمنون کے ساتھ دوستانہ تعلقات پیدا کرنے سے احتراز کرتے رہینگے ۔ برٹش گورنمنٹ اس کے مقبوضات یا جائداد پر قبضہ یا ضبطی کرنے کا کبھی ارادہ نہ کریگی ۔ رنجیت سنگہ بہت سے چھوٹے چھوٹے سرداران کو زیر کرتا جاتا تھا ۔ مگر کسی ایسے سردار یا رئیس

پر ہمیشہ دوستی نہیں کی جو سرکار انگریزی کا دوست تھا۔ کیونکہ ایسے حملے سے اُس کو اپنے تعلقات ٹوٹنے کا اندیشہ تھا مگر ۱۸۰۸ء کے وسط میں جب رنجیت سنگھ نے برٹش سفیر اور گورنر جنرل پر زور ڈالا کہ تمام سکھ راجاؤں کا مجھے مہاراجہ تسلیم کر لیا جائے اور جب سرکار انگریزی نے اسے نامنظور کیا۔ تو اودسمبر ۱۸۰۸ء کو مسٹر مٹکاف برٹش سفیر رنجیت سنگھ کے دربار میں اس غرض سے بھیجے گئے کہ پھر ایک ایسا عہد نامہ قرار دیں جس سے رنجیت سنگھ کی حکومت ستلج کے شمال کی جانب محدود رہے۔ رنجیت سنگھ کو اپنے عہد و پیمان کا بہت کم خیال رہتا تھا۔ مگر انگریزوں سے اُس کے جس قدر عہد نامے ہوئے قریباً ہر ایک پر وہ ثابت قدم رہا۔ کیونکہ وہ انگریزوں کی عقلمندی اور اُن کی زبردست طاقت سے اچھی طرح واقف تھا پھر بھی بعض دفعہ اُس کی خودسر اور سرکش فوج اُسے لڑائی پر مجبور کر دیتی تھی جسے فقیر عزیز الدین اپنی مشہور قابلیت اور مشہور پالیسی سے ہمیشہ مسترد کر دیا کرتا تھا رنجیت سنگھ نے انگریزوں سے جس قدر عہد نامے یا ملاقاتیں کی ہیں کسی ایک میں بھی فقیر عزیز الدین غیر حاضر نہیں ہوا۔ اور نہ ہی مہاراجہ اُس کو غیر حاضر رکھنا چاہتا تھا۔ کیونکہ فقیر صاحب کی دوراندیشی اور فراست سرکار انگریزی اور دربار لاہور دونوں سلطنتوں میں مسلم تھی ؛

اپریل ۱۸۰۹ء میں پھر ایک نیا عہد نامہ ہوا جس کی دو دفعات خصوصیت سے قابل ذکر ہیں (۱) دربار لاہور اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان دوستی ہمیشہ قائم رہیگی سکھ گورنمنٹ سے ہمیشہ ایک معزز سلطنت کی طرح سلوک کیا جائیگا اور برٹش گورنمنٹ ستلج کے شمالی علاقوں سے جو سکھ گورنمنٹ کے ماتحت ہیں۔ کوئی سروکار نہ رکھیگی (۲) ستلج کے بائیں جانب کے علاقہ میں جو انگریزوں کے علاقے سے ملحق ہے مہاراجہ علاقہ کی ضرورت اور حیثیت سے زیادہ فوج نہ رکھ سکینگے اور نہ ہی گرد و نواح کے سرداروں اور راجاؤں پر حملہ کرینگے اور نہ ہی کسی کو حملہ کرنے کی اجازت دینگے ؛

اس عہد نامہ کی تکمیل کے بعد رنجیت سنگھ کو سرکار انگریزی کی ایمانداری پر اس قدر اعتبار ہو گیا تھا کہ اپنی کُل فوج کو سرحد دور دراز مہموں پر چلا جاتا۔ اور لاہور میں فقط فقیر عزیز الدین کو معہ چند آدمیوں کے چھوڑ جاتا تھا ✦

مہاراجہ رنجیت سنگھ و گورنر جنرل کی ملاقات

اس عہد نامہ کے بعد سرکار انگریزی اور سرکار لاہور کے تعلقات دن بدن مضبوطی سے قائم ہو رہے تھے اور دونوں طرف یہہ آرزو تھی کہ دونوں طاقتوں کی ایک شاندار اور پُر شوکت ملاقات ہونی چاہیئے۔ چنانچہ اپریل ۱۸۳۱ء میں فقیر عزیز الدین[1] سردار ہری سنگھ نلوہ اور دیوان موتی رام شملہ میں لارڈ ولیم بنٹنک گورنر جنرل کے حصول سلام کے لیئے بھیجے گئے۔ ان سفیروں کا وہاں بہت اعزاز ہوا اور مہاراجہ اور گورنر جنرل کی ملاقات کے لیئے مقام روپڑ پر اکتوبر سنہ مذکور کی آخری تاریخیں قرار پائیں۔ اس ملاقات کی کیفیت سے کئی سرکاری تاریخیں اور ایک خاص منظوم تاریخ ظفر نامہ رنجیت سنگھ اور عمدۃ التواریخ جس میں مہاراجہ کا بقدر حجم درج ہے بھری ہوئی ہیں مختصر یہہ ہے کہ دونوں سلطنتوں نے اپنی شان و شوکت دکھانے میں کوئی کسر اوٹھا نہ رکھی تھی۔ انگریزوں نے سکھوں کی فوجوں سے کیا عزت حاصل کرنی تھی۔ البتہ رنجیت سنگھ انگریزی فوجوں کی قواعد سے بہت خوش ہوا طرفین سے نہایت بیش قیمت تحفے تحائف پیش ہوئے۔ اور آخر ان ملاقاتوں اور عیش و مسرت کے جلسوں کا خاتمہ یکم دسمبر ۱۸۳۱ء کو ہوا ✦

---

[1] شملہ میں ایک انگریز نے فقیر عزیز الدین سے دریافت کیا کہ تمہارے مہاراجہ کی کونسی آنکھ کانی ہے فقیر صاحب نے جواب میں کہا کہ مہاراجہ کے چہرہ کا جلال ایسا ہے کہ میں کبھی بھی نگاہ نہیں کر سکا اسلئے میں نہیں بتا سکتا کہ مہاراجہ کون سی آنکھ سے کانا ہے (مؤلف)

فیروزپور مین مہاراجہ کی ایک اور ملاقات

نومبر ۱۸۳۸ء میں جب سرکار انگریزی کی فوج مہم کابل کے لئے جمع ہو رہی تھی مہاراجہ رنجیت سنگھ نے لارڈ اوکلینڈ صاحب سے بمقام فیروزپور ملاقات کی اس ملاقات کی توزک و شان ۱۸۳۱ء کی ملاقات روپڑ سے بھی بہت زیادہ تھی ملاقات بازدید کے لئے لارڈ اوکلینڈ مہاراجہ کی ملاقات کو لاہور اور امرتسر مین تشریف لائے اور باہمی تعلقات بہت زیادہ مضبوط ہو گئے ❖

شاہ شجاع اور مہاراجہ رنجیت سنگھ

جب شاہ شجاع کو ۱۸۱۰ء میں اس کے بھائی محمود نے کابل سے نکال دیا تو ۱۸۱۳ء میں وہ اس غرض سے لاہور میں آیا کہ یہاں اسے کوئی ایسا معاون ملجائے جس کی مدد سے وہ اپنا ملک پھر فتح کرے جب رنجیت سنگھ کو معلوم ہوا کہ ہندوستان کا مشہور ہیرا کوہ نور شجاع الملک کے پاس ہے تو اس نے شاہ سے پگڑی بدل لی جو اس امر کا نشان تھا کہ اب وہ دلی دوست اور بھائی بن گئے ہین کچھ عرصہ کے بعد نہایت چالبازیوں سے اس نے شاہ شجاع کو یہ ترغیب دی کہ وہ کوہ نور ہیرا جس کے لینے کی اسے بڑی آرزو تھی دیدے - شجاع الملک کی اب آنکھین کھلین کہ جس کے پاس مین امداد لینے آیا ہون وہ خود میرا ہی مال چھیننا چاہتا اور میری موجودگی کے بہانے سے کشمیر پر چڑھائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے مگر اس وقت آنکھین کھلنی بیکار تھین رنجیت سنگھ نے کوہ نور کے لینے کا پورا تہیہ کر لیا تھا - ان دنون مین رنجیت سنگھ کو کشمیر پر کسی قدر ناکامی ہوئی تھی کیونکہ فتح خان وزیر محمود شاہ کابل نے انہیں حصہ نہیں دیا تھا - رنجیت سنگھ نے اس ناکامی اور آشفتگی کو شجاع کی مصیبت زدہ حالت اور اس کی بدقسمتی پر اس لئے محمول کیا کہ ایک مصیبت زدہ کی مہمان نوازی بھی مصیبت سے کم نہین اسی بہانے

سے اس فلک زدہ بادشاہ سے مشہور ہیرا کوہ نور اور دیگر جواہرات چھین لیئے اور ۱۸۱۵ع
تک اُس کو زیر نظر رکھا شاہ شجاع نے مہاراجہ کی اطلاع کے بغیر پہلے تو اپنے خاندان کی
عورتوں کو لدہانہ بزیر سایہ سرکار انگریزی بھیج دیا اور کچھ دنوں کے بعد خوفناک میزبان
سے جو مہمان کو ہی کھا جانا چاہتا تھا۔ اپنی جان بچا کر لاہور سے نکل گیا۔ طبیعت میں چونکہ
شاہانہ اُمنگ تھی اس لیئے بہت سی امیدوں کے ساتھ کچھ فوج فراہم کر کے کشمیر پر
حملہ کیا۔ مگر شکست کھائی اور ۱۸۱۶ع میں اپنے خاندان کی عورتوں کے پاس خود بھی
آگیا۔ جہاں اب تک اس کی اولاد موجود ہے ؛

لدہانہ میں سرکار انگریزی نے نہایت فیاضی اور سیر چشمی سے پچاس ہزار روپیہ اُس کا
سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ مگر اُس کی طبیعت میں قرار نہ تھا وہ تخت کابل کے لیئے بہت
دفعہ حملے کرتا رہا۔ اور دو دفعہ کامیاب بھی ہو گیا۔ مگر بدقسمتی نے دلجمعی سے ایکدفعہ بھی
حکومت نہ کرنے دی ؛

رئیسان کانگڑہ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ

راجہ بھوپ سنگھ والیئے ریاست گولیری نے کٹوچوں سے لڑکر اور اُن پر فتح پاکر اچھا
نام حاصل کیا تھا مگر بدقسمتی سے یہ وہ زمانہ تھا جب سکھ ابتدائی جوش میں اُبھر رہے
تھے رنجیت سنگھ ابتدا میں تو اس کا ادب کرتا اور تعظیماً "باوا" کہا کرتا تھا۔ مگر کچھ دنوں
کے بعد ۱۸۱۳ع میں اُس نے بغیر کسی وجہ کے اُس کا ملک جس کی سالانہ آمدنی
۹ ہزار روپیہ تھی چھین لیا۔ اور اُس کو ملک سے نکال دیا۔ اور اُس کی سالانہ
جاگیر ۲ ہزار روپیہ کردی ؛

راجہ سنسار چند جو کہ گراں کوہستان کانگڑہ میں ایک زبردست راجہ
اور رنجیت سنگھ کا ہمعصر سمجھا جاتا تھا اُس کی آمدنی نو دس لاکھ روپیہ سالانہ سے
کم نہ تھی اس نے بہت سے چھوٹے چھوٹے راجاؤں کو مطیع کر لیا جب ۱۸۰۶ع
میں کٹوچوں کو اس نے پراگندہ کر دیا تو رئیس گلیر نے مجبوراً رنجیت سنگھ سے

امداد طلب کی۔ چنانچہ سکھ کانگڑہ میں آئے۔ اور اگست ۱۸۰۹ء میں گورکھوں سے لڑے جس میں بہت سی دقتوں کے بعد فتح سکھوں کو نصیب ہوئی۔ رنجیت سنگھ ایسی آسامی نہ تھا کہ بغیر کسی غرض کے رئیس کٹوچ کی امداد کرتا۔ چنانچہ اُس نے فتح کے بعد قلعہ کانگڑہ اور ۶۶ مواضعات اپنے تصرف میں کر لئے اور باقی تمام علاقہ ۱۸۱۰ء کے ایک عہد نامہ کے مطابق جو مندرجہ جوالامکھی میں ہوا تھا راجہ سنسار چند کے حوالے کیا گیا۔ مگر بہت جلد رنجیت سنگھ کی ہوا و ہوس نے اُس کا تمام ملک دبا لیا۔

سنسار چند کے بعد اُسکے بیٹے انرودھ چند سے ایک لاکھ روپیہ مسند نشینی کی نذر کا لیا گیا جو اُس کی طاقت سے باہر تھا۔ ۱۸۲۸ء میں انرودھ چند کو لاہور بُلا کر مہاراجہ نے اُس پر دباؤ ڈالا کہ وہ اپنی بہن کی شادی مہاراجہ کے وزیر راجہ دھیان سنگھ کے بیٹے راجہ ہیرا سنگھ سے کر دے۔ انرودھ چند نے دفعتہً انکار کر دینا نامناسب سمجھ کر رضامندی ظاہر کی۔ مگر واپس پہنچکر جیسا کہ اُس کا پہلے ہی ارادہ تھا اس نے وعدے کو پورا نہ کیا اور مہاراجہ کا مقابلہ چونکہ وہ کر نہیں سکتا تھا اس لئے راج پاٹ چھوڑ کر انگریزی علاقہ میں چلا گیا۔ رنجیت سنگھ یہ معلوم کر کے نہایت غضبناک ہوا اور اُس کا تمام ملک اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔

سیبہ ضلع کانگڑہ میں ایک ہی ایسی ریاست تھی جو سکھوں سے بچ رہی تھی۔ ایکدفعہ رنجیت سنگھ نے سیبہ کو تہ و بالا کرنے کا ارادہ کیا بھی تھا مگر راجہ نے نہایت عقلمندی سے مہاراجہ کے وزیر راجہ دھیان سنگھ سے اپنے خاندان کی دو لڑکیوں کی شادی کر دی جس کی وجہ سے رنجیت سنگھ رک گیا۔ تاہم بھی راجہ سیبہ کو ہزار روپے سالانہ خراج دینا پڑتا تھا۔

راجہ جودھ بیر چند رئیس نادون نے رنجیت سنگھ سے اپنی دو بیٹیوں کی شادی اس غرض سے کر دی کہ اس کا ملک سکھا شاہی دست برد سے بچا رہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ وہ اپنی غرض میں کامیاب رہا۔ رنجیت سنگھ اس پر بڑا مہربان تھا اور دربار لاہور میں

جو وہ ہر چند کا رسوخ بھی بہت تھا۔ مگر رنجیت سنگھ کی مہربانیوں کو کم ہوتے دیر کیا لگتی تھی۔ رفتہ رفتہ بہت سی جاگیریں ضبط کر لیں۔

نور پور کا راجہ بیر سنگھ ۱۸۱۵ء میں رنجیت سنگھ کے عتاب و ظلم کا شکار ہوا اور اس حکم کی عدم تعمیل میں کہ اس نے اپنی فوج کو سیالکوٹ میں حاضر نہیں کیا۔ اس قدر اس پر جرمانہ کیا جس کا ادا کرنا اس کے مقدور سے باہر تھا۔ راجہ نے اس تاوان کے ادا کرنے کے لئے بہت کوشش کی۔ یہاں تک کہ پوجا پاٹ کے برتن بھی بیچ دئے۔ مگر کامیاب نہ ہو سکا بھاگ کر ۱۸۱۶ء میں شاہ شجاع کا شریک ہو گیا جو لدھیانہ میں رنجیت سنگھ کے خلاف منصوبے سوچ رہا تھا۔ مگر انگریزوں نے اس کو لودھیانہ سے نکل جانے کی اجازت دی کیونکہ دربار لاہور نے شکایت کی تھی کہ تم ہمارے دشمن کو کیوں پناہ دیتے ہو۔

۱۸۳۹ء میں ایک سکھ فوج جرنیل ونتورا کے زیر حکم ریاست منڈی پر حملہ کرنے کے لئے بھیجی گئی۔ راجہ نے اس فوج سے خفیف سا مقابلہ کیا گرفتار ہو کر امرتسر بھیجا گیا۔

اسی سال ایک فوج سندھانوالیہ سردار کے زیر حکم کلو راس غرض سے بھیجی گئی کہ والئے کلو نے راجہ منڈی کی امداد کرنی چاہی تھی۔ راجہ نے تباہی کے خوف سے اپنے آپ کو بغیر کسی لڑائی کے سکھوں کے حوالے کر دیا۔ مگر ظالم فوج نے راجہ سے نہایت بدسلوکی کی۔ جب انہیں گاؤں کے آدمیوں یا خود راجہ سے روپیہ لینا منظور ہوتا تھا تو راجہ کی داڑھی کھینچتے اور مار پیٹ سے کام لیتے تھے

سرکار انگریزی اور مہاراجہ کے باہمی تحفے تحائف

۱۸۳۳ء میں حسام الدولہ لہنا سنگھ مجیٹھیہ کا بھائی گوجر سنگھ شاہ انگلستان کے لئے کلکتہ کو تحائف لے جانے کی خاطر منتخب کیا گیا۔ جس کے ساتھ اور سو آدمی نہایت ٹھاٹھ سے بھیجے گئے تھے۔ مگر اس سردار نے وہاں بہت سی

بے عنوانیاں ظاہر کیں - اور ایک فرنگی عورت پر عاشق ہو کر اُس سے شادی کی خواہش کی - اور شراب بھی شروع کر دی - شاہ انگلستان کی طرف سے بھی مہاراجہ کی خوب عزت افزائی ہوئی - گاڑی کے گھوڑوں کی ایک جوڑی چار گھوڑیاں اور ایک سانڈ گھوڑا گورنر جنرل کی معرفت رنجیت سنگھ کو بھیجا گیا ۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے متفرق حملے

۱۸۱۸ء میں مہاراجہ کے حکم سے شہزادہ کھڑک سنگھ نے ملتان پر یورش کر کے مظفر خان کو گرفتار کیا اور لاہور میں اس کے لیے پنشن مقرر کی گئی - اس کے بعد مہاراجہ نے قلعہ خیر آباد کو خود فتح کیا اور محمد خان والئے پشاور پر چڑھائی کی جو تاب مقاومت نہ لا کر بھاگ گیا - مگر رنجیت سنگھ کے پشاور سے واپس چلے آنے پر محمد خان نے پھر اپنے ملک پر قبضہ کر لیا - ۱۸۱۹ء میں ملک کشمیر فتح کیا جس میں اگرچہ بہت سی بغاوتیں ہوتی رہیں - مگر مہاراجہ کا زبردست اقبال ہر ایک بغاوت کو فرو کرتا رہا - لاہور پر قبضہ کرنے کے بعد دوسرے سال ہی رنجیت سنگھ نے گجرات اور اٹک کے ملک اپنی مقبوضات میں شامل کر لیے - ۱۸۱۲ء میں کھڑک سنگھ کی شادی کے بعد جو ۱۰ سال کی عمر ہی میں ہو گئی تھی رنجیت سنگھ نے جھنگ کا علاقہ فتح کر لیا - غرض دریائے ستلج سے اس طرف اور لاہور سے اٹک اور پشاور جھنگ - ملتان - ہزارہ اور تمام پنجابی سرحدی اور کوہستان کانگڑہ اور کوہستان کشمیر - جموں - پونچھ وغیرہ سب کو اس نے ایک ایک کر کے فتح کر لیا یا چھین لیا تھا ۔

والیان پٹیالہ نابھ جیند اور مہاراجہ رنجیت سنگھ

بدقسمتی سے راجہ صاحب سنگھ اور اس کی بہت رانی آس کنور میں سخت نا اتفاقی ہو گئی اور ان کے باہمی تنازعات کے باعث قریب تھا کہ ریاستوں

میں ہی شور و ہنگامہ برپا رہنے لگا۔ بلکہ راجہ نے والیئے کیتھل اور رئیس تھانیسر کی مدد سے جسونت سنگہ والیئے نابھ اور بھاگ سنگہ (ماموں مہاراجہ رنجیت سنگہ) والیئے جیند پر فوج کشی بھی کی۔ والیان جیند اور نابھہ نے اپنی امداد کے لیئے مہاراجہ کو لاہور سے بلوایا۔ جو اُن ریاستوں میں مداخلت کرنے کا کوئی بہانہ ہی تلاش کر رہا تھا۔ غرض ۲۶ جولائی ۱۸۰۶ء کو ایک کثیر فوج کے ساتھ مہاراجہ نے دریائے ستلج سے عبور کیا اور دوسرے ہی دن یعنی ۲۸ جولائی کو موضع دولاتی پر جو پٹیالہ سے بفاصلہ ۴ میل بجانب شمال واقع ہے قبضہ کر لیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگہ نے راجہ پٹیالہ اور رانی میں کچھ زیادہ تصفیہ تو نہ کرایا۔ البتہ خود دونوں سے بہت سا روپیہ لے گیا اور اپنے ماموں راجہ بھاگ سنگہ والیئے جیند کو مسلمان راجپوتوں سے لدہانہ معہ دیہات قرب و جوار کے چھین کر دے گیا۔ رنجیت سنگہ کے جانے کے بعد راجہ صاحب سنگہ اور رانی میں پھر مناقشات شروع ہو گئے۔ اس لیئے سرداران پٹیالہ۔ نابھہ اور جیند نے پھر اُس کو بلوایا۔ رنجیت سنگہ نے بماہ ستمبر ۱۸۰۷ء میں پٹیالہ سے باہر ڈیرے لگا دیئے اور رانی سے ایک برنجی توپ کے علاوہ بہت سا زر نقد اور جواہرات حاصل کیا اور اپنی وساطت سے باہم ایک راضی نامہ کرا دیا۔ اور واپسی کے وقت رنجیت سنگہ نے قلعہ نرائن گڑہ کو جس پر کنور کشن سنگہ قابض تھا تین ہفتوں کے محاصرہ کے بعد فتح کر لیا۔ چند دنوں کے بعد رؤسائے امیر (؟) ستلج کو خود بخود یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ہماری باہمی نا اتفاقیوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رنجیت سنگہ ہم کو ایک ایک کر کے تباہ کر ڈالیگا۔ اس لیئے ماہ مارچ ۱۸۰۸ء میں مسٹر سٹین رزیڈنٹ دہلی سے یہ دریافت کرنے کی غرض سے ملے کہ سرکار انگریزی ہم کو اپنی حفاظت میں لے سکتی ہے یا نہیں۔ ابھی اس ملاقات کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تھا کہ رنجیت سنگہ نے راجہ صاحب سنگہ کو اپنی ملاقات کے لیئے لکھنو میں طلب کیا۔ صاحب سنگہ پہلے تو ٹال مٹول کرتا رہا۔ مگر آخر ماہ نومبر ۱۸۰۸ء کو ملاقات ہو ہی گئی۔ راجہ اور مہاراجہ بظاہر نہایت تپاک سے ملے بلکہ مہاراجہ نے

اس بات کی قسم کھائی کہ میں ہمیشہ تمہارا دوست رہونگا اور تمہارے دشمن کو
دشمن سمجھونگا ہمیشہ اتحاد برادرانہ قایم رکھنے کے لئے دونون رئیسون نے باہم
پگڑیاں بھی بدل لین مگر یہ ایک کھلا ہوا راز ہے اور تمام لوگ جو اس قول و قرار
کے وقت موجود تھے اس بات کو جانتے ہیں کہ طرفین میں سے کسی ایک کا
دل بھی صاف نہ تھا۔

گورنمنٹ انگریزی اور دربار لاہور کی باہمی بدگمانیان

۱۸۰۸ء میں شہنشاہ فرانس کی طاقت یورپ میں نہائیت عروج پر تھی۔
انہیں دنوں ہندوستان میں یہ خبر پہنچی۔ کہ اہل فرانس ایران میں قدم جما کر کابل
اور پنجاب کی فتح کا ارادہ رکھتے ہیں سرکار انگلشیہ نے اس خبر کے سنتے ہی مناسب سمجھا کہ
اپنے سفیر دربار لاہور اور دربار کابل میں بھیجکر اُن ملکوں کے فرمانرواؤن کو یہ بات ذہن نشین
کرانی چاہیئے کہ تمہارے اور انگلستان کے مقاصد اس معاملہ میں واحد ہیں لازم ہے
کہ اس زبردست دشمن کے دفعیہ کیلئے ہم تینوں ایک (اتحاد ثلاثہ) ہوجائیں چنانچہ
مسٹر مٹکاف دربار لاہور کیلئے اگست ۱۸۰۸ء کو روانہ ہوگئے اور کابل کے لئے مسٹر الفنسٹن
منتخب کئے گئے مٹکاف صاحب جب لاہور کے قریب پہنچے تو مہاراجہ رنجیت سنگھ بجائے
صدر مقام میں رہنے کے قصور چلا گیا اور وہی مقام ملاقات کیلئے مناسب سمجھا۔ مہاراجہ
کا اس سے مطلب یہ تھا کہ سفیر انگریزی میری مملکت کے دو بڑے شہر امرت سر اور لاہور
نہ دیکھ لے۔ آخر مسٹر مٹکاف ۱۱ ستمبر ۱۸۰۸ء کو قصور میں پہنچے مہاراجہ نے اُن کی نہایت
خاطرداری کی مگر باوجود کئی دن گذر جانے کے مطلب کی بات نہ ہوسکی رنجیت سنگھ
کا مطلب اس تاخیر سے یہ تھا کہ عہد و پیمان قایم ہونے تک جس قدر اور علاقے
ملیں فتح کر لوں مناسب ہیں کیونکہ عہدنامہ کے بعد بندش یقینی ہے۔ آخر ایک پرائیوٹ
دربار میں مسٹر مٹکاف نے سرکار انگریزی کی خواہشوں کو ظاہر کر ہی دیا جس پر مہاراجہ
اور اُن کے مشیروں نے اپنی مقبولیت اور مسرت ظاہر کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ اس اتحاد و اتفاق

کو اور بھی استحکام ہو جائے۔ اگر سکھ رئیسوں اور ان کے علاقجات پر مہاراجہ کی بادشاہت
تسلیم کر لی جائے۔ اس اقرار داد کے بعد عہدنامہ پر دستخط ہو سکتے ہیں۔ مٹکاف صاحب
نے کہا کہ وہ معاملہ الگ ہے فرانس کے مقابلہ کا معاہدہ سرکار انگریزی اور دربار لاہور
دونوں کے لئے یکساں مفید ہے۔ اسلئے اسکو جلد طے کر لینا چاہیئے۔ دو چار دن
کے بعد مہاراجہ نے ڈیرے خیمے اکھاڑ کر لشکر کا کوچ بول دیا اور مٹکاف صاحب کو
بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ رنجیت سنگھ کے دل میں سرکار انگریزی کیطرف سے بہت سے متوحش خیالات
گذرتے تھے۔ اسلئے مٹکاف صاحب سے کج خلقی سے پیش آنے لگے۔ مہاراجہ نے فریدکوٹ پر
حملہ کرنے کیلئے کھائی میں مقام کیا۔ جہاں سفیر انگریزی کو یہ بھی یقین دلایا گیا۔ کہ شرائط
عہدنامہ یہیں طے کر لی جائینگی۔ یکم اکتوبر کو ریاست فریدکوٹ نے بغیر کسی مقابلہ کے
اطاعت قبول کر لی۔ مٹکاف صاحب نے موقع دیکھ کر عہدنامہ کا مسودہ پیش کر دیا
اور منتظر جواب تھا کہ مہاراجہ نے چوتھی اکتوبر کو مفتوحہ مقام دیکھنے کیلئے فریدکوٹ
کیطرف کوچ کر دیا۔ مسٹر مٹکاف بہتیرا سر پٹکتے رہے کہ مجھکو ایک مہم پر جانیوالی فوج کے ہمراہ
رہنے کا حکم نہیں ہے مگر رنجیت سنگھ دم دلاسے دیکر لے ہی گیا۔ غرض چند دنوں کے
بعد مہاراجہ نواب عطاء اللہ خان والیء مالیر کوٹلہ پر چڑھائی کرنے کی غرض سے روانہ ہوا
اس بیچارے نے ایک لاکھ روپیہ بطور خراج دیکر اپنی جان چھڑائی۔ سفیر انگریزی
کی موجودگی سے رنجیت سنگھ بہت فائدہ اٹھاتا رہا جہاں اور جس علاقہ میں جاتا تھا مسٹر مٹکاف
کی شمولیت سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ سرکار انگریزی اور دربار لاہور تو خوب شیر وشکر ہیں
کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ جب انگریزی سفیر مہاراجہ کے ساتھ ساتھ رہتا ہے تو مہاراجہ ظلم
کی فریاد اب کس سے کرینگے۔ اور ہماری حمایت پر کون آمادہ ہو گا۔ مگر مالیر کوٹلہ پہنچکر جب
مسٹر مٹکاف کو مہاراجہ کی یہ حکمت عملی معلوم ہوئی۔ تو انہوں نے آگے چلنے سے صاف
انکار کر دیا۔ تب رنجیت سنگھ نے یہ تجویز پیش کی کہ انبالہ چلکر شرائط طے کر لی جاویں
مگر مسٹر مٹکاف نے قطعی انکار کر دیا اور کہا کہ میں اب لشکر کے ہمراہ نہیں رہ سکتا
میرے قیام کیلئے کوئی اور مقام تجویز ہونا چاہیئے۔ آخر مہاراجہ نے ایک خریطہ انہیں

دلائل و براہین کا جو سفیر سے بیان کی گئی تھیں۔ نواب گورنر جنرل کی خدمت میں بھیجا
اور یکم نومبر ۱۸۰۸ء کو مالیر کوٹلہ سے روانہ ہو کر ۴ دسمبر کو امرتسر پہنچ گیا اور دسویں ماہ
مذکور کو مٹکاف صاحب بھی آملے۔ یہاں مٹکاف صاحب نے نواب گورنر جنرل
بہادر کا ایک خریطہ مہاراجہ کے حوالے کیا جسمیں اول تو سفارت سے کج خلقی کیساتھ
پیش آنے کی نسبت بہت سی تہدید و تنبیہ کی گئی تھی۔ اور پھر بڑی شد و مد کیساتھ
رؤسائے ایزوئے ستلج کے گورنمنٹ انگریزی کے زیر حمایت ہونے کا اعلان کیا گیا
تھا۔ مہاراجہ نے گورنمنٹ کی اس پالیسی کی سخت شکایت کی کہ سفیر بھیجا تو اس
مطلب کے لئے کہ دوستی و اتحاد کو ترقی ہو۔ مگر جو نتیجہ اس سفارت کا ہوا وہ ظاہر
ہے۔ غرض مہاراجہ نے جنگ کا پختہ ارادہ کر لیا۔ امرتسر کا قلعہ گوبند گڈھ گولہ بارود
اور سامان حرب سے خوب محفوظ کیا گیا اور دیوان محکم چند کو جو انگریزوں کا جانی
دشمن تھا۔ کانگڑہ سے بلوا لیا گیا۔ اور فوج کا بہت سا حصہ پھلور اور انبالہ کی طرف
بھیج دیا گیا۔ ادھر گورنمنٹ انگریزی بھی تیاریوں میں مصروف ہو گئی۔ چنانچہ
۱۶ جنوری ۱۸۰۹ء کو کرنل اختر لونی کے ماتحت ایک فوج نے دریائے جمن
سے عبور کیا۔ کرنل اختر لونی پٹیالہ۔ نابھہ۔ اور مالیر کوٹلہ کے رئیسوں کو تسلیاں دیتے
اور بحال کرتے لاہور کی طرف آرہے تھے کہ رستے میں ۱۳ فروری کو سردار
سدا سنگھ اور نظام الدین خان مہاراجہ کی طرف سے اس غرض سے آئے۔ کہ
مٹکاف صاحب نے کوئی بات کھل کر نہیں کی۔ اور باہم مفت میں شکایتیں پیدا
ہو گئیں۔ آپ یہاں ہی قیام کریں۔ مہاراجہ صاحب کی طرف سے چند روز میں
جواب آجائیگا۔ آخر ۲ اپریل کو رنجیت سنگھ نے فرید کوٹ خالی کر کے جسب اصل
حقدار کے حوالے کر دیا۔ تو ۲۵ اپریل کو بمقام لاہور عہد نامہ پر دستخط کر دیئے جس کو بعد
میں نواب گورنر جنرل بہادر نے بھی باجلاس کونسل حسب ضابطہ منظور کر لیا۔

مہاراجہ کی وفات

رنجیت سنگھ کثرت مے نوشی کے باعث جون ۱۸۳۹ء میں بیمار ہو گیا۔ فقیر عزیز الدین جو اُن کے درباریوں میں نہایت خیر خواہ اور اُن کے خیر اندیشوں میں نہایت جانفشاں تھا۔ آخر دم تک اُن کے پاس رہا۔ اپنے ہاتھ سے مہاراجہ صاحب کو دوا دیتا تھا۔ مہاراجہ کو بیماری میں بھی غیر سلطنت اور اپنے ملک کی خبروں کے سننے کا بڑا اشتیاق تھا۔ اور یہ خدمت بھی فقیر عزیز الدین کے ہی سپرد تھا۔ مہاراجہ نے انگریز ڈاکٹروں سے علاج معالجہ کرانا بالکل منظور نہ کیا۔ بلکہ تمام دارومدار فقیر عزیز الدین پر ہی تھا۔ چونکہ وقت آپہونچا تھا۔ اس لئے کسی دوا سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر ۲۷ جون ۱۸۳۹ء کو شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ جس کے ابرو کے اشارے سے ہی لاکھوں تبلہ ہو سکتے اور سینکڑوں اور ہزاروں جانیں نثار ہو سکتی تھیں۔ ملک جاودانی کو کوچ کر گیا۔ مہاراجہ کی سمادھ قلعہ کے سامنے ہے۔ جہاں سکھ گیانی گرنتھ صاحب پڑھتے رہتے ہیں ●

مہاراجہ کی رانیاں اور اولاد

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی رانیوں اور اولاد کی تفصیل کتاب رئیسان پنجاب مصنفہ سر لیپل ایچ گریفن صاحب بہادر سے اخذ کیجاتی ہے۔

مہاراجہ کی اٹھارہ رانیاں تھیں جن میں سے ۹ کے ساتھ تو پھیروں کے ذریعہ شادی ہوئی تھی اور نو کے ساتھ چادر اندازی کی رسم عمل میں آئی تھی اس رسم کو چادر ڈالنا بھی کہتے ہیں پہلی نو رانیوں کے نام درج ذیل ہیں:۔

اول۔ مہتاب کور جس کے ساتھ ۱۷۹۶ء میں شادی ہوئی تھی یہ رانی سردار گوربخش سنگھ کی بیٹی اور سردار جے سنگھ کنہیہ کی پوتی تھی مہتاب کور مہاراجہ شیر سنگھ اور تارا سنگھ کی ماں مشہور تھی لیکن حقیقت میں اس سے اولاد کوئی نہیں ہوئی یہ رانی ۱۸۱۳ء میں مر گئی۔

دوم۔ راجکوران جس کے ساتھ ۱۷۹۸ء میں شادی ہوئی تھی۔ یہ رانی سردار رن سنگھ نکئی قوم سندھو کی بیٹی تھی اور مہاراجہ کھڑک سنگھ کی ماں تھی اس نے ۱۸۳۸ء میں وفات پائی یہ رانی بنام مائی نکائن معروف تھی مہاراجہ رنجیت سنگھ کی پھوپھی یعنی سردار چڑت سنگھ کی بیٹی کا نام بھی راجکوران تھا اور تمیز کرنے کے واسطے مائی نکائن کا نام دتار کور رکھا گیا تھا۔

سوم۔ روپ کور جے سنگھ ذیلدار کوٹ سید محمود واقع ضلع امرتسر کی بیٹی تھی اس کے ساتھ مہاراجہ کی شادی ۱۸۱۵ء میں ہوئی تھی اب (یعنی ۱۸۸۸ء تک مولف) زندہ ہے اور ۹۰۰ روپیہ سالانہ پنشن پاتی ہے۔

چہارم۔ لچھمی کی شادی مہاراجہ کے ساتھ ۱۸۲۰ء میں ہوئی تھی۔ یہ رانی دیسا سنگھ ڈھنڈیگی کی بیٹی تھی اور دیسا سنگھ جوگکے خان واقع ضلع گوجرانوالہ کا ایک جٹ قوم سندھو تھا جب مہاراجہ کہائی کو گئے تھے وہاں اس کے باپ نے مہاراجہ کو ڈھو آ دیا تھا ماہ اپریل ۱۸۶۷ء میں ہردوار اور سہارنپور کے مابین۔

بیماری ہیضہ سے مر گئی۔ اُس کی کل جاگیداد کا سردار شمشیر سنگھ مذکور مالک ہو گیا۔ چنانچہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے خلعت یعنی دستار حسب دستور ہندوان اُس کی حویلی میں جا کر عطا کیا اور راندیوی عرف رانی لچھمی کی شادی سردار مذکور کے ساتھ ہوئی ایک ثلث حصہ پنشن رانی لچھمی کی بنام سردار شمشیر سنگھ تاحیات منظور ہو گئی یعنی ۱۶۶۶ سالانہ روپیہ

پنجم و ششم۔ مہتاب دیوی اور راج بنسو راجہ سنسار چند کٹوچ کانگڑہ والے کی غیر صحیح النسب بیٹیاں تھیں جب انرودہ چند سنسار چند کے فرزند نے راجہ ہیرا سنگھ کے ساتھ اپنی ایک ہمشیرہ کی شادی کر دینے سے انکار کیا اور انرودہ چند ستلج کے پار اس غرض سے بھاگ گیا کہ شادی کرنے سے بچ جائے تو مہاراجہ نے اس نیت سے کہ جو ہتک انکے عزیز مصاحب کی ہوئی تھی اس کا بدلہ لیں ان دونوں بہنوں کے ساتھ جو لاہور میں آ کر رکھی تھیں خود شادی کر لی۔ یہ شادیان خاص نادون کے علاقہ مین ان سے ۱۸۲۹ء میں ہوئی تھین رانی راج بنسو مہاراجہ کے حیات مین ۱۸۳۵ء کے قریب مر گئی تھی رانی مہتاب دیوی مہاراجہ کے ساتھ ۱۸۳۹ء مین ستی ہو گئی تھی۔

ہفتم۔ گل بیگم شہر امرتسر مین فرقہ اہل نشاط مین سے تھی مہاراجہ کے منظور نظر ہوئی اور ۱۸۳۳ء میں انہوں نے بہت توزک کے ساتھ اُس سے شادی کر لی۔ گل بیگم نے ۱۸۶۳ء مین بمقام لاہور وفات پائی اُس کو ۱۲۳۸۰ روپیہ سالانہ پنشن ملتی تھی (اسکا مقبرہ اور باغ لاہور احاطہ میانی صاحب میں اب بھی موجود ہے مولف)

ہشتم۔ راندیوی کور سنگھ چھچری والہ واقع ضلع گوجرانوالہ کی بیٹی تھی اُس کی شادی کی تاریخ معلوم نہین ہے یہ رانی مہاراجہ کی حیات مین مر گئی تھی ؂

نہم۔ ایک دختر کرم سنگھ چینہ کی جو ضلع امرتسر کا ایک جٹ قوم گل تھا اُس کی شادی کی تاریخ معلوم نہین ہے۔ مہاراجہ کی حیات مین مر گئی تھی ؂

مفصلہ ذیل نو رانیوں کے ساتھ رسم چادر دالنی عمل میں آئی تھی

اوّل رانی دلوی دختر وزیر سنگھ اُجہوان والہ واقع ضلع ہوشیارپور کی۔

دوم و سوم رتن کور اور دیا کور بیوگان سردار صاحب سنگھ بھنگی گوجرات والہ کی
یہ عورتیں ۱۸۱۱ء میں اون کی شوہر کی وفات کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مہاراجہ
کے حرم میں داخل کی گئی تھیں رانی رتن کور ملتانا سنگھ کی ماں مشہور ہے ۱۸۶۵ء
میں مرگئی ایک ہزار روپیہ سالانہ جو اس کی حیات تک تھا ضبط ہوگیا۔ رانی دیا کور
کشمیرا سنگھ اور پشورا سنگھ کی ماں مشہور تھی اس نے ۱۸۴۳ء میں وفات پائی۔

چہارم چند کور جی سنگھ جٹ چین پور والہ کے جو ضلع امرتسر میں واقع ہے بیٹی تھی
اوس کا ازدواج مہاراجہ کے ساتھ ۱۸۱۵ء میں ہوا تھا اوس نے ۱۸۴۰ء میں وفات پائی۔

پنجم مہتاب کور چودھری سوجان کی بیٹی تھی یہ شخص ملہ واقع ضلع گورداسپور کا
ایک اتہوال جٹ تھا اس رانی کا ازدواج مہاراجہ کے ساتھ ۱۸۲۲ء میں ہوا تھا
اور ہنوز (قریباً ۱۸۸۷ء تک) زندہ ہے اس کو ایک ہزار نو سو تیس روپیہ سالانہ پنشن
ملتی ہے۔

ششم سمان کور صوبا سنگھ جٹ مانوہ والہ واقع علاقہ آزری ستلج کی بیٹی تھی
اُس کا ازدواج مہاراجہ کے ساتھ ۱۸۳۲ء میں ہوا تھا ہنوز حیات ہے ایکہزار
چار سو چالیس روپیہ سالانہ پنشن پاتی ہے۔

ہفتم گلاب کور ایک جٹ زمیندار جسگہ پور واقع ضلع امرتسر کی بیٹی
تھی اُس نے قریب سال ۱۸۴۳ء کے وفات پائی۔

ہشتم بہوری دختر مسکہ چند راجپوت کی تھی اور وہ منڈی میں رہتی تھی الغ ...
روپیہ سالانہ پنشن پاتی ہے اور حیات ہے۔

نہم مہدو او تم سنگہ راجپوت کی بیٹی ہے ساکن بجوار پرگنہ شکر گڈھ ضلع
گورداسپور [illegible] روپیہ سالانہ پنشن پاتی ہے حیات ہے لاہور میں
رہتی ہے۔

مہاراجہ کے زوجگان میں سے فقط ایک مہتاب دیوی اُن کے ہمراہ ستی ہوئی
لیکن تین عورتیں علاوہ کنیزوں کے جو رانیوں کا رتبہ رکھتی تھیں۔ مہاراجہ کی چتہ
پر اُن کے ہمراہ جلائی گئی تھیں۔ اِن عورتوں کے یہ نام ہیں ہر دیوی چودھری رام
کی بیٹی جو اٹل گڈھ واقع ضلع گورداسپور کا ساہلریہ راجپوت تھا راجدیوی پدما
راجپوت کی بیٹی۔ دیونو دختر سند بہادُر دیوا ٹالہ کے جو مہری ہاہا دُچپ کی قوم
میں سے تھا یہ مقام اب جموں کے علاقہ میں ہے۔

اولاد مہاراجہ رنجیت سنگھ

اول کھڑک سنگھ کے سوا اور کوئی بیٹا صحیح النسب یا غیر صحیح النسب کسی زوجہ
یا کنیز کے شکم سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو پیدا نہیں ہوا کھڑک سنگھ رانی راج کور
کا فرزند تھا اور اس کی پیدائش ۱۸۰۲ء میں ہوئی تھی ۱۸۳۹ء میں کھڑک سنگھ
اپنے باپ کی جگہ تخت نشین ہوا اور پنجم نومبر ۱۸۴۰ء کو وفات پائی۔
دوم و سوم شیر سنگھ اور تارا سنگھ جب رانی مہتاب کور کی شادی کو
مہاراجہ کے ساتھ دس برس سے زیادہ گذر گئے اور کوئی اولاد اُس کو نہ ہوئی۔
اور مہاراجہ رنجیت سنگھ ۱۸۰۷ء میں آخری ستلج مہم پر روانہ ہوئے اور اُن کے چلے
جانے کے تھوڑے عرصے کے بعد یہہ خبر مشہور کی گئی کہ رانی حاملہ ہے اور جب
مہاراجہ صاحب واپس آئے تو رانی نے شیر سنگھ اور تارا سنگھ یہ کہکر روبرو
کئے کہ یہہ دونوں توام لڑکے مجھ سے پیدا ہوئے ہیں۔ شیر سنگھ ایک چھیپی مسمی نہالا
کا بیٹا تھا یہہ شخص موکیریاں ضلع ہوشیارپور کا رہنے والا تھا۔ موکیریاں اُس
زمانے میں مائی سدا کور والدہ مہتاب کور کی جاگیر کے علاقہ میں تھا۔ تارا سنگھ
ایک مسلمان عورت کا بیٹا تھا جو مائی سدا کور کی ایک کنیز کی بیٹی تھی
سدا کور جو بڑی ہوشیار اور ایسی عورت تھی کہ جو مطلب وہ نکالنا چاہتی تھی
اُس کی تحصیل میں کچھ پس و پیش عیب و صواب کا نہیں کرتی تھی جانتی تھی

کہ اگر میری دختر سے مہاراجہ کو اولاد پیدا ہوگی تو لحاظ پیدا ہو جائیگا اس سبب سے
اُس نے یہہ لڑکے اون کے والدین سے خرید لیئے اور اُن کو مہتاب کور کی
اولاد مشہور کردیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگہ نے دہوکا نہین کہایا لیکن انہون نے ان
لڑکوں کو اپنی اولاد ہونا قبول کیا اور اُن کے ساتھ ہمیشہ مثل فرزندان سلوک
کرتے رہے یہ لڑکے بلقب شہزادہ مشہور تھے۔

شیر سنگہ سنہ ۱۸۴۱ع میں مہاراجہ کھڑک سنگہ کے بعد مسند نشین ہوئے اور
۱۵ ستمبر سنہ ۱۸۴۳ع کو سردار اجیت سنگہ سندہانوالیہ کے ہاتھ سے مقتول ہوئے۔ تارا سنگہ
کم عقل تھا۔ اکثر اپنے بھائی شیر سنگہ کے ساتھ رہتا رہا اور شیر سنگہ اوس کی اور
اوس کے زوجگان کی پرورش کرتے رہے۔ تارا سنگہ نے دہرم کور رندہاوی
دختر جوہد سنگہ رندہاوہ جٹ بارا ولے کے ساتھ جو ضلع امرتسر میں واقع
ہے اور چند کور بیاہا تھا جو بنام بہٹے وڈہ والی مشہور تھی شادی کی بہٹے وڈہ ضلع
امرتسر میں ہے اور اس گاؤن مین چند کور کا باپ چندا سنگہ رہا کرتا تھا
تارا سنگہ ستمبر سنہ ۱۸۵۹ع میں دسوہا ضلع ہوشیارپور میں مرگیا۔

چہارم انسیر سنگہ رانی مہتاب کور نے سنہ ۱۸۰۰ع مین یہ بات ہوشیاری کی
کی تھی کہ مہاراجہ سے اپنے شکم سے توام بیٹوں کا پیدا ہونیکا اظہار کیا تھا۔ کیونکہ پہلے
اُس نے ایک ہی بیٹا پیدا ہونا ظاہر کیا تھا لیکن اوس سے مطلب برآری نہین ہوئی تو
یعنی قریب سنہ ۱۸۰۰ع کے اُس نے ایک لڑکا مہاراجہ کے روبرو پیش کیا جس کا نام
انسیر سنگہ رکھا مگر پیدائش کے ڈیڑھ سال کے بعد یہہ لڑکا مر گیا تھا۔ یہہ پتہ
نہین معلوم ہے کہ یہ لڑکا کس سے لیا گیا تھا۔ لیکن یہہ بات تحقیق ہے کہ نہ
اُس کی ماں مہتاب کور تھی اور نہ اُس کا باپ رنجیت سنگہ تھا۔

پنجم و ششم۔ پشورا سنگہ اور کشمیرا سنگہ۔ رانی دیا کور نے جب دیکھا کہ رانی مہتاب کور
کا فریب ایسا کامیاب ہوا اوس کی تقلید کرنے پر مستعد ہوئی۔ اور مختلف
اوقات میں دو لڑکے اُس نے حاصل کر کے اپنی اولاد مشہور کیئے یہ لڑکے

پشورا سنگھ اور کشمیرا سنگھ تھے کہتے ہین کہ پشورا سنگھ ایک لاہوری کے دوکاندار کا
اور دوسرا ایک جموال راجپوت کا بیٹا تھا۔ ان دونون لڑکون کے ساتھ
مہاراجہ صاحب مثل فرزندان سلوک کرتے رہے اور علاقہ سیالکوٹ جمعی
پچاس ہزار روپیہ کا اُن کی جاگیر مین رہا۔ جب راجہ ہیرا سنگھ وزیر ہوا کشمیرا سنگھ
نے بابا بیر سنگھ سکھون کے ایک مشہور و معروف گورو کے پاس پناہ لی۔ اور جولائی
۱۸۴۴ء مین فوج سکھان کے ہاتھ سے بہمراہی بابا مسطور اور عطر سنگھ سندھانوالیہ
قتل ہوا۔ پشورا سنگھ کو فتح خان ٹوانہ اور سردار چتر سنگھ اٹاری والے نے اگست ۱۸۴۵ء مین
اٹک مین سردار جواہر سنگھ وزیر کے حکم سے قتل کیا کشمیرا سنگھ ایک بیٹا فتح سنگھ چھوڑ کر مرا
یہ شخص اب پچیس سال کی عمر کا ہے پشورا سنگھ بھی ایک بیٹا جگجوت سنگھ
چھوڑ مرا جو اب چھبیس سال کا ہے۔

جو پنشن اٹھائیس اٹھارہ سو روپیہ بنام اہلیہ پشورا سنگھ و کشمیرا سنگھ تھی وہ بنام فتح سنگھ
و جگجوت سنگھ ۱۸۶۵ء مین مقرر ہو گئی اور تعلقہ داری پانچ پانچ ہزار روپیہ کے گونڈہ
اور بہرائچ علاقہ اودھ سے ان کے نام ہو گئی بعد وفات نصف اُس کا ایک
پشت تک اولاد نرینہ کو ملیگا بعدہ سالم معاملہ لیا جائیگا اُن کی اور شہزادہ
شہدیو سنگھ کی تعلقہ داری منقسم نہین ہوئی اور یہ دونون نواب سیالکوٹ
مین رہتے ہین جگجوت سنگھ کے دو دختران ہین اور فتح سنگھ کے کچھ اولاد نہین
مفسدہ ۱۸۵۷ء مین ان کی جاگیر جس کی جمع دو ہزار کی تھی ضبط سرکار ہو گئی تھی

ہفتم۔ ملتانا سنگھ۔ رانی رتن کور کا بیٹا مشہور تھا جو پہلے مول سنگھ وریجی والہ
کی زوجہ تھی بعدہ سردار صاحب سنگھ بھنگی گجرات والہ کی اور پھر مہاراجہ رنجیت سنگھ
کی زوجہ تھی اس رانی نے ملتانا سنگھ کو ۱۸۱۹ء مین ایک مسلمان کنیز سے لے کر
اس کو اپنا فرزند قرار دیا مہاراجہ نے اس کو اپنا فرزند مانا۔ اسکو ایک چھوٹی جاگیر
جمعی دو ہزار روپیہ کی پرگنہ اجنالہ ضلع امرتسر مین دی ملتانا سنگھ ۱۸۴۶ء
مین مرگیا اُس کے تین بیٹے ہین کشن سنگھ اور کشمیرا سنگھ عمر ۲۰ و ۱۷ سال

جو چند کور اٹس کی زوجہ کے شکم سے پیدا ہوئے تھے۔ اور ارجن سنگھ بعمر دوم سال
جو مان کور ایک کنیز کے شکم سے پیدا ہوا تھا رانی رتن کور سنہ ۱۸۶۶ء میں مر گئی
ہشتم۔ دلیپ سنگھ فرزند ہشتم سنہ ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوئے ان کی ماں جندان منا سنگھ
اولکھ جٹ ساکن چاڑ علاقہ ضلع گوجرانوالہ کی بیٹی تھی یہ شخص مہاراجہ کی سرکار
میں سواران میں نوکر تھا۔ شیر سنگھ کی وفات پر دلیپ سنگھ ستمبر سنہ ۱۸۴۳ء میں
مسند نشین ہوئے اور دوسری لڑائی پنجاب کے بعد ۲۹ مارچ سنہ ۱۸۴۹ء میں معزول
ہو کر سنہ ۱۸۵۴ء میں انگلستان بھیجے گئے جہاں انہوں نے سنہ ۱۸۶۴ء میں ایک خاتون
متوطن ابا سینیہ سے شادی کی مہاراجہ موصوف کی ماں رانی جندان نے انگلستان
میں بعمر ۴۶ سال سنہ ۱۸۶۳ء میں وفات پائی۔

اولاد مہاراجہ رنجیت سنگھ

مہاراجہ رنجیت سنگھ

- مہاراجہ کھڑک سنگھ — پیدائش سنہ ۱۸۰۲ء، وفات سنہ ۱۸۴۰ء
  - نونہال سنگھ — پ سنہ ۱۸۲۱ء، و سنہ ۱۸۴۰ء
- ایشر سنگھ — پ سنہ ۱۸۰۴ء، و ۱۸۰۵ء
- مہاراجہ شیر سنگھ — پ سنہ ۱۸۰۷ء، و سنہ ۱۸۴۳ء
  - پرتاب سنگھ — پ سنہ ۱۸۳۱ء، و سنہ ۱۸۴۳ء
  - دلیا سنگھ — پ سنہ ۱۸۴۳ء
  - شہدیو سنگھ — پ سنہ ۱۸۴۲ء
- تارا سنگھ — پ سنہ ۱۸۰۷ء، و سنہ ۱۸۵۹ء
- پشورا سنگھ — و سنہ ۱۸۴۵ء
  - جگجوت سنگھ — پ سنہ ۱۸۴۲ء
- کشمیرا سنگھ — و سنہ ۱۸۴۴ء
  - فتح سنگھ — پ سنہ ۱۸۴۲ء
- ملتانا سنگھ — پ سنہ ۱۸۱۹ء، و سنہ ۱۸۴۶ء
  - کشن سنگھ — پ سنہ ۱۸۴۵ء
  - کیسرا سنگھ — پ سنہ ۱۸۴۲ء
  - ارجن سنگھ کنیز زادہ — پ سنہ ۱۸۴۵ء
- مہاراجہ دلیپ سنگھ — پ سنہ ۱۸۳۷ء

مہاراجہ کے خصائل و عادات وغیرہ

دیسی صنعت کی قدردانی

رنجیت سنگہ اپنے ملک اور دیس کی اشیاء اور صنعت و حرفت کا کس قدر دلدادہ تھا مندرجہ ذیل روایت سے اس کی بخوبی تصدیق ہو سکتی ہے آپ کے دربار میں ایک دفعہ ایک فرانسیسی سوداگر کانچ کی ایک خوشنما دوات تحفتہً لایا مہاراجہ نے حکم دیا کہ اسی وقت بازار سے ایک پیتل کی دیسی دوات لاؤ جب مطلوبہ دوات بازار سے آگئی۔ تو مہاراجہ نے دونوں دواتیں توڑ ڈالیں اور حکم دیا کہ بازار سے جو کچھ ان کا مل سکے لے آؤ ولایتی دوات کو تو بازار میں کسی نے جھوٹوں بھی نہ پوچھا اور دیسی دوات کے پانچ سات آنے مل گئے۔ سچ ہے سے

کھوٹے کھرے کا سودا کھل جائیگا چلن میں
بازار مصر میں جب یوسف کا سامنا کر

مہاراجہ نے فرانسیسی سوداگر سے کہا کہ میں اپنے دیس کی چیز کا گاہک ہوں جو ہر چند ولایتی اشیاء کی طرح خوشنما نہیں ہوتی مگر دیرپا تو ہوتی ہے"

عیاشی و میخواری

رنجیت سنگہ کی طبع حسن پسند اور عیاشی کو میخواری نے اور بھی چار چاند لگا دئے تھے وہ شراب کثرت سے پیتا اور عیاشی سے پورا حظ اٹھاتا تھا ان عیوب سے اس کی اخلاقی حالت یہاں تک پست ہو گئی تھی کہ کئی ایک بازاری عورتوں سے بھی اس کا تعلق تھا جن میں سے رانی گل بیگم اور موران طوائف کے ذکر اذکار سے تو کئی ایک اردو انگریزی اور فارسی کی تاریخیں بھری پڑی ہیں۔ موران کے نام سے موران شاہی سکہ بھی جاری ہو گیا۔ یہ طوائف مہاراجہ کی نہایت منظور نظر تھی۔ مہر محکم الدین جس نے مہاراجہ کو لاہور کے دروازوں کی کنجیاں دی تھیں۔ اور جس کی مہاراجہ نہایت خاطر اور ادب کرتا تھا موران کے ایک ذرا سے اشارہ سے یہاں تک ذلیل و رسوا کیا گیا کہ اس کے گھر کی عورتوں کے پاجاموں میں پٹلخے چھوڑے گئے ؞

حسن پرستی

جمعدار خوشحال سنگہ کے نام سے لاہور امرتسر اور سیالکوٹ کے اکثر باشندے اب تک واقف ہیں جس کی اولاد میں راجہ تیج سنگہ (سیالکوٹ)

اور راجہ ہیرا سنگھ (لاہور) بہت مشہور ہو گذرے ہیں) اس میں کون سا ایسا وصف اور جوہر تھا کہ مہاراجہ اس کی بہت خاطر اور عزت کرتا تھا حقیقت یہ ہے کہ جمعدار خوش شکل و خوب اندام تھا اور چونکہ مہاراجہ حسن پسند تھا اس لئے دل ہی تو ہے جلد ہی آ گیا جمعدار نے غریب رعایا خصوصاً اہالیان کشمیر پر جو سختیاں اور ظلم کئے جب اُن کی فریاد مہاراجہ کے دربار میں کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ ان کے مظالم کی فریاد گورو راجہ اس کے دربار میں کرو جمعدار نے ۱۸۴۲ء میں بزمانہ مہاراجہ شیر سنگھ انتقال کیا۔

ظلم وستم اور ناانصافیاں

رنجیت سنگھ کا لالچ یہاں تک بڑھ گیا تھا کہ جب وہ کسی رئیس سے کچھ روپیہ حاصل کرنا یا اس کا ملک دبانا چاہتا تھا تو ہندو مسلمان یا سکھ کی تمیز نہیں کرتا تھا۔ ظلم و ستم اور ناانصافیوں اور جھوٹے عہد ناموں کے وقت وہ سب کو بلا تخصیص مذہب ایک آنکھ سے دیکھتا تھا۔ اُس نے کئی بیگناہ رئیسوں کو تباہ کر دیا اور کانگڑہ کی کئی رانیوں کو زبردستی اپنے حرم میں داخل کر لیا بیوہ رانیوں پر بھی ظلم کرنے سے وہ نہیں ڈرتا تھا۔ اُس کی سرشت میں ملک گیری و سختگیری کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ مہمان نوازی و اخلاق حمیدہ سے وہ بالکل ناواقف تھا جن کی نظیر میں شاہ شجاع کا واقعہ اور مسٹر مٹکاف سفیر انگریزی کی ملاقات ہی کافی ہے چھوٹے چھوٹے رئیسوں سوداگروں اور جاگیرداروں کو وہ بہت تنگ کرتا تھا اور نہایت ناانصافیوں سے اُن سے روپیہ یا علاقہ حاصل کرتا تھا۔ غرض جس بات اور جس چیز کو اُس کا دل چاہتا تھا اُس کے حاصل کرنے کے لئے وہ انصاف۔ رحم اور انسانیت سب کو جواب دے دیتا تھا۔

مذہب کی پابندی

مگر باوجود ان سب اخلاقیوں کے مہاراجہ اپنے مذہب کا سخت پابند تھا اور اس نے اکثر مندروں اور مہاتماؤں کی عزت کی اور بنوائیں جب مہاراجہ کو آدی گرنتھ کی حقیقت معلوم ہوئی تو ایک کرتارپور (جالندھر) اور ایک [illegible] (گوجرانوالہ) سے طلب کیا گیا جن کے لئے حکم ہوا کہ دربار صاحب کرتارپور کو ۱۰ روپیے اور دربار صاحب ننکانہ

کو ۱۸ روپے روزانہ نذر ہوا کرین اور یہ دونو دربار بادشاہی مسجد مین کھلے رہا کرین ان کے علاوہ ۳۰ دربار اور بھی تھے جن کے لیئے دس دس روپیہ روزانہ کا خرچ منظور تھا خدا کی شان ہے کہ ان ایام مین بادشاہی مسجد کا نام مسجد گندہ رکھا گیا تھا۔

مسلمان اور رنجیت سنگھ

افسوس ہے کہ رنجیت سنگھ کے عہد مین مسلمانون کی مذہبی آزادی جو کئی سو سال سے اُن کو حاصل تھی چھین لی گئی پنجاب کے اکثر دیہاتون میں کوئی مسلمان اذان دیتا تو کجا علانیہ نماز بھی نہیں پڑھ سکتا تھا مگر اس میں زیادہ تر قصور سکھ سردارون کا ہے جو سلطنت کی تباہی اور بدنامی کا باعث ہوئے ہین جوشیلے سکھ سپاہی واہگرو جی کا خالصہ کہکر مسلمانون کو تباہ کرنے پر کمر بستہ پائے جاتے تھے۔ اسلامی عمارتین بالخصوص شالامار باغ لاہور۔ مقبرہ جہانگیر۔ باغ و مقبرہ زیب النسا بیگم۔ بادشاہی مسجد۔ مقبرہ نورجہان۔ و آصف جاہ و نواب سعادت اللہ خان وغیرہ کے بہت سے قیمتی پتھر مہاراجہ کے حکم سے اکھیڑے گئے جن کا اکثر حصہ دربار صاحب امرتسر اور بارہ دری حضوری باغ پر صرف ہوا۔ لاہور میں غالباً کوئی بھی ایسی اسلامی عمارت یا مقبرہ یا باغ نہین ہے جو رنجیت سنگھ کی دست برد سے بچ رہا ہو۔

مہاراجہ کی فقیر دوستی

اسلامی عمارتون کو مہاراجہ نے جو نقصان پہنچایا تھا ضروری نہین ہے کہ اُس کا باعث تعصب ہی ہو رنجیت سنگھ چونکہ علم سے محض بے بہرہ تھا۔ اسلیئے کیا عجب ہے اگر یہ تعصب محض جہالت پر ہی مبنی ہو۔ بہر حال رنجیت سنگھ نے جہان اسلامی عمارتون کو ملیامیٹ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی وہان مسلمان فقیرون سے بھی اُس کو کمال عقیدت تھی۔ مزار مادھو لال حسین کے متعلق علاوہ دو اڑھائی سو بیگہ زمین کے کئی ایک جاگیرات بھی واگذار کر دیئے تھے اسی طرح حضرت موج دریا کی خانقاہ پر علاوہ چالیس روپیہ ماہوار نذرانہ کے ہمیشہ نذر نیاز بھی دیا کرتے تھے غرض لاہور کے قریباً تمام مزارات پر کچھ نہ کچھ مہاراجہ کی طرف سے چڑھاوا چڑھتا

۱؎ ملاحظہ ہو اخبار عام لاہور روزانہ صفحہ ۵ مورخہ ۲۹ جون ۱۹۰۵ء (مولف)

رہتا تھا۔ ان کے علاوہ رنجیت سنگھ کئی زندہ فقیروں کی خدمت میں سلام کرنے اور دعا و برکت لینے کے لئے پاپیادہ بھی جاتا تھا ؛

ہمت و اقبالمندی

ہر چند تمام چھوٹے بڑے رئیس اور جاگیردار مہاراجہ کی طرف سے دل میں بغض و عداوت رکھتے تھے۔ اور اسکی حکومت کو نہایت نفرت و ناپسندیدگی سے دیکھتے تھے مگر پھر بھی دم نہ مار سکتے تھے رنجیت سنگھ ظالم تھا۔ خودغرض تھا۔ لالچی تھا۔ غرض بقول اکثر مصنفوں کے بہت سے عیب اُس میں موجود تھے۔ مگر اس کی بے مثل ہمت و جوانمردی اور اسکی ازلی عظمت نے اُس کو ایک باقبال بادشاہ بنا دیا تھا قدرت نے اسکو منتظمہ اور حکیمانہ ایسی زبردست قوت عطا کی تھی کہ باوجود امّی محض ہونے کے اُس کے معلومات اور پولٹیکل تجربے نہائت وسیع تھے وہ اپنی قدرتی شجاعت اور تحکّم سے اپنے ہر مخالف کو زیر کر لیتا اور کر سکتا تھا ؛

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مصاحب اور درباری

سردار عطر سنگھ سندھانوالیہ

مہاراجہ اور سندھانوالیوں کے خاندان کا اعلیٰ مورث ایک ہی ہے جیسا کہ ناظرین کو کتاب کے ابتدائی صفحوں کے شجرہ نسب ہی سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ سردار عطر سنگھ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ رشتہ میں بھائی تھے۔ اور اسی رشتہ داری کی وجہ سے ہی خاندان سندھانوالیہ زیادہ ممتاز ہو گیا۔ بلکہ دربار میں بھی اسے سب پر فوقیت و اقتدار رہا۔ جوں جوں مہان سنگھ اور رنجیت سنگھ زور پکڑتے گئے سردار عطر سنگھ کا باپ سردار امیر سنگھ بھی اپنی جمعیت مضبوط کرتا گیا مگر سنہ ۱۸۰۳ع میں ایک موقعہ پر جبکہ رنجیت سنگھ دشمن پر حملہ سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا۔ اور امیر سنگھ بندوق میں توڑا لگا رہا تھا۔ امیر سنگھ کے دشمنوں نے مہاراجہ کو یہ پٹی پڑھائی کہ دیکھیے

امیر سنگھ کی نیت آپ کو قتل کرنے کی ہے سامان موجود تھا۔ رنجیت سنگھ کو
اعتبار آگیا۔ اور اسی دم دربار سے خارج کر دیا۔ امیر سنگھ نے کچھ عرصہ کے بعد بابا
صاحب سنگھ بیدی (اُونہ ضلع ہوشیار پور) کی سفارش سے دربار میں پھر رسوخ
کر لیا۔ اور ۱۸۰۷ء میں مہم قصور پر اور ۱۸۱۳ء میں دریائے چناب اور اٹک
کے درمیانی جنگ میں شامل رہا۔ مہاراجہ نے امیر سنگھ کو بہت سے علاقے
جاگیر میں دیئے ۱۸۲۲ء میں امیر سنگھ کی جاگیر جو اُس کی ذاتی خدمات اور اپنے
دو بیٹوں بدھ سنگھ اور عطر سنگھ کی بہادری کے عوض ملی تھی سا ایک لاکھ کی تھی
بدھ سنگھ بڑا جوانمرد سپاہی تھا۔ اُس نے یوسف زئی کے پٹھانوں کو کئی سال
تک ابھرنے کا موقع نہ دیا۔ آخر ۱۸۳۲ء میں اُس کا انتقال ہو گیا۔ اور اُس
کی جگہ اُس کے بھائی عطر سنگھ کو ملی عطر سنگھ ایسا شجاع ہنرمند اور جنگ آزما نکلا
کہ ۱۸۳۷ء میں ہری سنگھ نلوہ کے انتقال کے بعد خالصہ جی کا سب سے بڑا سردار
بھی گنا جاتا تھا اسی سال عطر سنگھ مع اپنے بھائی لہنا سنگھ کے شب قدر کے
پہاڑوں میں فتنہ فرو کرنے کے لئے گیا۔ جہاں حسن خدمات کے صلہ میں
عطر سنگھ کو سرکار لاہور سے "شجاع الدولہ شمشیر جنگ بہادر" اور لہنا سنگھ کو "سردار
دلدار سردار لہنا سنگھ سندھانوالیہ بہادر" کا خطاب ملا۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ
کی وفات تک اس خاندان کے پاس نو دس لاکھ کی جاگیر تھی ٭

جمعدار خوشحال سنگھ

خوشحال سنگھ کا باپ گوڑ برہمن موضع ایکڑی پرگنہ سردھنہ ضلع میرٹھ
میں دوکاندار تھا۔ سترہ برس کی عمر تھی کہ ۱۸۰۷ء میں یہ نوجوان وشکیل
لڑکا لاہور میں قسمت آزمائی کے لئے آیا۔ پہلے پہل رجمنٹ میں پانچ روپیہ
ماہوار کا ملازم ہوا۔ مگر بہت جلد اس نے اپنی ہوشیاری۔ خوش شکلی
اور سپاہیانہ وضع کے باعث دربار میں تقرب حاصل کر لیا۔ یہاں تک
کہ ۱۸۱۱ء میں اُسکو عہدہ ڈیوڑھی والہ معہ خطاب جمعداری مل گیا۔ ڈیوڑھی کا
عہدہ نہایت عظمت کا عہدہ تھا کیونکہ سب سے بڑا اور چھوٹے سے

چھوٹا کوئی آدمی بھی اُس کے ذریعہ کے بغیر مہاراجہ کے حضور خلوت میں حاضر نہیں ہو سکتا تھا۔ ۱۸۱۸ء میں خوشحال پوہل سے کر سنگھ بن گیا۔ اور اُس کے چار سال بعد تیج رام اُس کے بھتیجے نے بھی جس کی عمر سولہ سال کی تھی۔ خاص مہاراجہ کے حکم سے پوہل لیکر اپنا نام تیج سنگھ رکھ لیا۔ خوشحال سنگھ کی غیر حاضری میں اُس کا بھتیجا دربار میں اُس کا نائب بن کر رہتا تھا۔ دونوں چچا بھتیجا اکثر لڑائیوں میں بھی شامل رہے۔ ۱۸۴۴ء میں جمعدار نے انتقال کیا۔ جمعدار کے بعد تیج سنگھ نے بہت اقتدار حاصل کیا۔ ۱۸۴۵ء سے ۱۸۴۷ء تک وہ کئی لڑائیوں میں سپہ سالار ہو کر گیا۔ ۷ اگست ۱۸۴۷ء کو وہ سیالکوٹ کا راجہ بنایا گیا۔ لاہور کا راجہ ہربنس سنگھ اسی راجہ تیج سنگھ کا بھائی تھا۔ راجہ کیسری سنگھ راجہ ہربنس سنگھ آنجہانی کے ولیعہد کی جائداد کورٹ آف وارڈس سے۔ اور وہ خود لاہور ہی میں اپنی عالی شان حویلی میں رہتے ہیں۔ راجہ تیج سنگھ نے دسمبر ۱۸۶۲ء کو لاہور میں وفات پائی۔

راجہ رلیا رام و راجہ صاحب دیال

رلیا رام کے دادا کول نین برہمن نے نادر شاہ اور احمد شاہ کی یورشوں کے زمانہ میں دہلی سے آکر لاہور میں سکونت اختیار کی۔ رلیا رام کے باپ چھجو مل نے رنجیت سنگھ کو بعض موقعات پر بہت امداد دی۔ اور رنجیت سنگھ بھی اُس کی قدر کرتا رہا۔ رلیا رام جو اچھا تعلیم یافتہ اور ریاضی دان اور علم طبیعات کا ماہر تھا۔ ۱۸۱۱ء میں امرتسر کی حکومت پر مامور ہوا۔ رلیا رام کی جرأت ہمت اور لیاقت نے اُس کے بہت سے دشمن پیدا کر دئے چنانچہ ۱۸۲۳ء میں مورد عتاب ہو کر اُسے ایک لاکھ روپیہ جرمانہ دینا پڑا۔ مگر پھر وہ بہت جلد منظور نظر ہو گیا۔ ۱۸۲۸ء میں اُس نے کھیوڑہ ضلع راولپنڈی میں گندھک کی ایک کان دریافت کی جس کے صلہ میں مہاراجہ شیر سنگھ کی طرف سے اُس کو ۱۱۰۰ کی سالانہ جاگیر اور خطاب خیر خواہ دولت عالیہ ملا۔ صاحب دیال پہلے پہل اپنے

باپ کے ماتحت ملازم ہوا۔ ۱۸۳۲ء ۱۸۳۹ء اور ۱۸۴۶ء میں وہ مختلف محکموں
میں تبدیل ہوتا رہا۔ دونوں باپ بیٹوں نے جس سرگرمی اور لیاقت سے
محاصل ملک کا انتظام کر کے رعایا کو آرام دیا۔ اُس سے کئی سرکاری
تواریخیں بھری پڑی ہیں۔ مسٹر لیا رام کو ۷ اگست ۱۸۴۷ء میں وزیر الدولہ
دیوان بہادر اور ام جولائی ۱۸۵۱ء کو راجگی کا خطاب ملا۔ مسٹر صاحب دیال
کو نومبر ۱۸۴۷ء میں محسن الدولہ بہادر اور باپ کے ساتھ ہی خطاب
راجگی کا عطا ہوا۔ راجہ صاحب دیال کشن کوٹ ضلع امرتسر میں رہتے
تھے۔ جہاں اب بھی اُن کی اولاد کے اکثر ممبر ہیں ٭

سردار شام سنگھ اٹاری والہ

سردار شام سنگھ جس نے رنجیت سنگھ کے زمانے میں نہایت بہادری اور
اُس کے بعد نہایت نیک نامی سے زندگی بسر کی۔ مہاراجہ کی ملازمت
میں ۱۸۱۸ء میں داخل ہوا۔ جہاں اسے اوّل ہی اوّل جنگ ملتان پر جانا
پڑا۔ اسی جنگ میں بھنگیوں کی توپ جو اب لاہور کے عجائب گھر میں ہے
چار مرتبہ سر کی گئی تھی جس کا نتیجہ قلعہ ملتان کی فتح تھی ۱۸۱۹ء میں شام سنگھ
نے مہم کشمیر پر مہاراجہ کے ہمراہ اپنی بہادری کے جوہر دکھائے ۱۸۳۱ء میں
دیوان تارا چند کے ہمراہ بنوں کی مہم پر گیا۔ شام سنگھ کی دختر نانکی کی نسبت
کنور نونہال سنگھ سے ۱۸۳۴ء میں اور شادی بماہ مارچ ۱۸۳۷ء میں ہوئی تھی اسی
شادی پر مہاراجہ نے خزانوں کے منہ کھول دئیے تھے۔ اور سردار کا بھی
پندرہ لاکھ سے زیادہ خرچ ہو گیا تھا۔ مہاراجہ کی وفات کے بعد شام سنگھ
نے تدابیر امور سلطنت میں دخل کم کر دیا۔ اور اپنی جاگیر اٹاری پر چلا گیا۔ جب
راجہ لعل سنگھ اور مہارانی جنداں نے سکھوں کی سلطنت کو تباہ کرنے کے
لئے سرکار انگریزی کے ملک پر ستلج پار یورش کر دی تو شام سنگھ کو بھی
لڑائی میں شامل کرنے کے لئے دس سوار اس غرض سے بھیجے گئے کہ اسے
ساتھ ہی لے کر آئیں۔ شام سنگھ نے مہارانی کو اس لڑائی سے باز رہنے کیلئے

بہت سمجھایا۔ مگر اُس کی کوئی پیش نہ چلی۔ بلکہ اُس پر بزدل اور کام چور اور
ڈرپوک ہونے کے الزام لگائے گئے۔ بوڑھے سردار نے طیش مین آکر قسم
کھائی کہ شکست ہونے پر جیسے وہ یقینی سمجھتا تھا زندہ واپس نہ آئیگا۔ چنانچہ
دسوین فروری کو بہادر شام سنگھ نے سفید پوشاک پہنی اور عین جنگ مین
جب کہ اُس کا بدن سات گولیون سے چھد چکا تھا جان بحق ہوا ؛

دیوان اجودھیا پرشاد

دیوان اجودھیا پرشاد جن کے بزرگ کشمیر سے ترک وطن کر کے دہلی مین
آباد ہو گئے تھے اپنے باپ دیوان گنگارام کے حکم سے جو مارچ ۱۸۱۳ء مین
مہاراجہ کی ملازمت میں آ گئے تھے بعمر پندرہ سال ۱۸۲۱ء مین لاہور آ گئے
یہان دو برس تک تعلیم اور تجربہ کے بعد کشمیر اپنے وطن کو گئے۔ جہان
ہزار روپیہ سالانہ تنخواہ پر دفتر فوج میں ملازم ہو گئے۔ مگر چھ ماہ کے بعد لاہور
مین طلب کر لئے گئے۔ جہان انہین جنرل ونتورا افسر فوج کے ماتحت
بخشی گری کی خدمت عطا ہوئی۔ جنرل ونتورا جب دو دفعہ رخصت لیکر
فرانس گیا۔ تو اُس کی جگہ دیوان اجودھیا پرشاد ہی کام کرتا رہا۔ جس سے
نہ صرف مہاراجہ ہی محظوظ ہوئے۔ بلکہ خود جنرل ونتورا نے بھی تعریف
کی۔ ۱۸۴۳ء مین جب کہ افواج سکھ اور سرداران سکھ شورہ پشتی پر کمر
باندھے ہوئے تھے۔ جنرل ونتورا نے ملک کی آئندہ تباہی کا نقشہ
دیکھ کر ۲۰ برس کے بعد یہ کہ۔ بس اب خانہ آباد دولت زیادہ
کا سبق پڑھا۔ اور ولائیت چلا گیا۔ تمام برگیڈ کی افسری دیوان اجودھیا
پرشاد کو ملی۔ ۱۰ مارچ ۱۸۴۶ء کے عہد نامہ کے بعد جبکہ راجہ گلاب سنگھ جمون و کشمیر
کا مہاراجہ بنایا گیا تھا۔ اجودھیا پرشاد لاہور اور جموں کا کمشنر بندوبست
مقرر ہوا۔ جہان سے وہ مئی ۱۸۴۸ء مین فارغ ہوا۔ ۲۶ نومبر ۱۸۴۷ء
مین دیوان موصوف کو خطاب ممتاز الدولہ باضافہ تنخواہ ملا۔ ضبطی
ملک پنجاب (اپریل ۱۸۴۹ء) کے بعد اجودھیا پرشاد باتفاق

ڈاکٹر لوگن صاحب مہاراجہ دلیپ سنگھ کا سرپرست مقرر ہو کر
فتح گڈھ بھیجا گیا - لاہور کے دیوان بہادر پنڈت بیج ناتھ
آنریری مجسٹریٹ جنہون نے کئی سال ہوئے عالم ضعیفی مین انتقال
کیا تھا - دیوان اجودھیا پرشاد ہی کے بیٹے تھے ۔

راجہ دینا ناتھ

راجہ دینا ناتھ اور دیوان اجودھیا پرشاد ایک ہی ملک (کشمیر)
اور ایک ہی خاندان کے تھے - رنجیت سنگھ کی موجودگی اور اُس کی
وفات کے بعد جن لوگون کو اقتدار حاصل ہوا - اُن مین سب سے
زیادہ مشہور راجہ دینا ناتھ تھا - جس کے لئے ٹیلیرینڈ[1] پنجاب کا لقب خوب
موزون کیا گیا ہے - رنجیت سنگھ کے اپنے ہاتھون سے اور اس کے بعد
بزمانہ سکھا شاہی کئی خاندان بنے اور کئی بگڑے کئی بادشاہیان
بدل گئین - رات دن خونریزیون اور خوف جان و مال کا بازار گرم
رہا - مگر راجہ دینا ناتھ کا بال تک بھی بیکا نہ ہوا - راجہ دینا ناتھ
نہایت دانا اور دور اندیش تھا - ملک کے حالات سے اُس کو بہت
اچھی واقفیت تھی - وہ انگریزون کے ساتھ دلیری اور صفائی
سے گفتگو کرتا تھا - اور اس انداز کے ساتھ - کہ انگریزون کی طبیعت
خوش ہو جاتی تھی - راجہ دینا ناتھ مین بہت سے عیوب بھی تھے
مثلاً پولیٹیکل چالبازیان - اور دکھلاوے کی محبت - مگر مہذب
ممالک مین ان عیوب کو جوہر سمجھا جاتا ہے - انگریزون سے
اوسے قلبی نفرت تھی - مگر جب موقع آتا تھا - تو خواہ خودغرضی ہی
سے سہی - اُن کی اچھی خدمت کرتا تھا - مہاراجہ کی توجہ دینا ناتھ
کی طرف اُس وقت مبذول ہوئی - جب اُس نے ۱۸۱۵ء مین

[1] ٹیلیرینڈ فرانس مین ایک بڑا مدبر وزیر تھا جسکو باوجود سلطنت کے کئی انقلابون کے ہوتے بھی ضعف نہ پہنچا تھا

تسخیر ملتان کے بعد قابل انتظام لوگوں کی فہرست نہایت پھرتی سے تیار
کر دی۔ ۱۸۱۳ء میں اسے دیوانی کا خطاب ملا۔ مہاراجہ کو دینا ناتھ
پر حد سے زیادہ اعتبار تھا۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ نونہال سنگھ اور شیر سنگھ
کے زمانہ میں بھی اُن کا اقتدار قائم رہا۔ اور جاگیروں میں اضافہ ہوا جب
مہاراجہ شیر سنگھ کو سندھانوالیوں نے شاہ بلاول میں قتل کیا ہے
تو راجہ دینا ناتھ بھی مہاراجہ کے پاس ہی کھڑا تھا۔ بعد الحاق پنجاب
اُس نے صاحبان ریزیڈنٹ لاہور کو بہت مدد دی۔ یہ امر مسلمہ ہے
کہ بغیر دیوان دینا ناتھ کے دربار کے حساب کا سمجھنا بالکل ناممکن تھا
ان خدمات کے صلہ میں نومبر ۱۸۴۷ء میں اُس کو راجگی کا خطاب ملا
راجہ دینا ناتھ نے ۱۸۵۷ء میں وفات پائی۔ اُس کا لڑکا رائے بہادر
دیوان رام ناتھ مختلف عہدوں کے بعد پنشن لیکر لاہور کا آنریری
مجسٹریٹ مقرر ہوا۔ ۱۹۰۰ء کے آخر میں اُس کا بھی انتقال ہو گیا۔

فقیر عزیز الدین

مہاراجہ کے مشیروں میں فقیر عزیز الدین نہایت قابل اور لائق اور باتحقیق سب
سے زیادہ دیانتدار تھا۔ کوئی معاملہ اندرونی یا بیرونی ایسا نہ ہوتا تھا۔
جس میں مہاراجہ اُن سے صلاح نہ لیتے ہوں۔ بالخصوص سرکار انگریزی
کے ساتھ جس قدر معاملات تھے وہ سب انہی کے ذمہ تھے اور یہ بات
بالخصوص تحریر کی جاتی ہے کہ اگر فقیر عزیز الدین کا قدم درمیان
نہ ہوتا تو سرکار لاہور اور سرکار انگریزی میں کبھی رشتہ اتحاد
قائم نہ ہوتا۔ فقیر عزیز الدین بالکل صوفی مذہب تھا۔ ہندو
مسلمان سب اُس کی نظر میں یکساں تھے اور یہی وجہ تھی کہ
بظاہر اُس کا کوئی دشمن نہ تھا۔ عزیز الدین کئی مرتبہ جنگی مہمات
پر مامور ہوا۔ اور ۱۸۰۶ء سے ۱۸۲۶ء تک مختلف لڑائیوں
میں شامل رہا۔ وہ حکمت عملی سے خوب کام نکالتا تھا۔ اور

کچھ شک نہیں۔ کہ معاملہ فہمی و دانائی اُس پر ختم تھی مختلف انگریز حاکمون اور عہدناموں کی تکمیل و تجدید اُس کے سپرد رہی جسے وہ نہایت خوبی سے انجام دیتا رہا۔ مہاراجہ شیر سنگہ کی وفات جبکہ عزیز الدین کی بینائی اور طاقت مین فرق آگیا تھا۔ اُس نے معاملات ملکی مین دخل دینا کم کر دیا تھا۔ بد اعمال فوج اور اُس کے بدنیت افسرون کو جو انگریزون سے لڑنا چاہتے اور لڑتے تھے۔ بہت کچھ سمجھاتا رہا مگر بے سود۔ آخر قبل اس کے کہ وہ سلطنت جس کی اُس نے مدت تک نمک حلالی کے ساتھ خدمت کی تھی تباہ ہو۔ وہ خود ہی ۳ دسمبر ۱۸۴۵ء کو انتقال کر گیا۔ عزیز الدین فارسی کا بہت اچھا شاعر اور اعلی درجہ کا منشی تھا۔ دربار مین اس کے دو بھائی اور بھی تھے۔ فقیر امام الدین اور فقیر نور الدین جو اپنے بھائی کی بدولت مہاراجہ کے مورد الطاف رہتے تھے۔ فقیرون کے خاندان مین اس وقت جتنے ممبر ہین وہ سب نہایت اعلے عہدون پر ممتاز ہین۔ اور امید ہے کہ وہ اپنی آبائی اور جدی ذہانت و عقل اور معاملہ فہمی سے دن بدن ترقی کرتے رہینگے ✽

اکبر اور رنجیت سنگہ

ان کے علاوہ دیوان پنڈت شنکر ناتھ۔ دیوان ساون مل ہری سنگہ نلوہ سردار لہنا سنگہ۔ اجیت سنگہ۔ راجگان جمون سرداران مجیٹھیہ۔ دیوان کرپا رام۔ شیخ غلام محی الدین صوبہ دار کشمیر اور اُسکا بیٹا نواب امام الدین خان۔ بھائی بستی رام اور اُس کا خاندان مصر روپ لعل۔ مصر بسنتی رام۔ رائے کشن چند اور دیوان حاکم رائے وغیرہ ایسے فوجی و ملکی عہدہ دار تھے جو مہاراجہ کا دست راست سمجھے جاتے تھے۔ مہاراجہ کے عادات و خصائل گو شہنشاہ اکبر سے نہین ملتے تھے۔ مگر اقبال اور حاشیہ نشینان دربار اپنے ساتھ لایا تھا

کہ پنجاب ایک عرصہ تک ایسے جوانمرد اور پولیٹشن آدمی پیدا نہ کرسکیگا
اکبر بھی بے علم تھا اور رنجیت سنگھ بھی بے علم۔ اکبر کی سلطنت کا دارو مدار
بھی اپنے نورتنوں پر تھا اور مہاراجہ کا بھی یہی حال تھا۔ البتہ ذاتی عادات
کے علاوہ اس قدر اور فرق ضرور ہے کہ شہنشاہ اکبر کے
نہائیت قابل اور زیرک وزرا و صلاح کار اُس کی زندگی ہی میں
ایک ایک کر کے مر گئے تھے۔ اور رنجیت سنگھ کو اپنے قابل
درباریوں اور بے نظیر مصاحبوں کی وفات کا رنج نہیں اٹھانا
پڑا تھا۔ گویا اس پہلو سے رنجیت سنگھ اکبر سے زیادہ خوش
نصیب تھا *

رنجیت سنگھ کے بعد سکھوں کی شورش انگیز خانہ جنگیاں اور سلطنت کی تباہی

مہاراجہ کھڑک سنگھ و کنور نونہال سنگھ

حق تو یوں ہے کہ سکھوں کی سلطنت رنجیت سنگھ تک ہی تھی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی آنکھ بند ہوتے ہی اس کی حکومت کا شیرازہ بھی ساتھ ہی بکھر گیا۔ رنجیت سنگھ ہر چند بد صورت اور بقول بعض انگریز مصنفوں کے کریہ المنظر تھا مگر قسمت اچھی خوبصورت لایا تھا کہ اس کی بہادری۔ جوانمردی اور باقبال ہونے کی آج تک قسم کھائی جاتی ہے۔ اُس کے جبر و ظلم اور متلون مزاج ہونے کی ہر چند چاروں طرف شکایت تھی اور باوجودیکہ وہ عہد ناموں کو بالائے طاق رکھ کر جو چاہتا تھا کر گزرتا تھا۔ مگر اس پر بھی اس خوش نصیب مہاراجہ کے سامنے کسی راجہ یا سردار کو انحراف کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ مہاراجہ کے بعد ۱۸۳۹ء میں اُس کا ناکارہ بیٹا شہزادہ کھڑک سنگھ مہاراجہ بنایا گیا۔ اور ساتھ ہی سلطنت میں جھگڑے شروع ہو گئے۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ کا ایک ہمدم و ہمراز دوست چیت سنگھ تھا اُس نے چاہا کہ راجہ دھیان سنگھ وزیر کو معزول یا قتل کرا کر آپ مدار المہام سلطنت لاہور ہو جائے۔ راجہ دھیان سنگھ نہایت دانا وزیر تھا اور کچھ شک نہیں کہ وہ امور سلطنت میں کلی دخیل تھا۔ جب راجہ دھیان سنگھ کو چیت سنگھ کا منصوبہ معلوم ہوا۔ تو اس نے فوراً شہزادہ نونہال سنگھ کو جو خود پسند و مغرور اور سلطنت کے ناقابل اور عیش و عشرت کا دلدادہ تھا یہ پٹی پڑھائی کہ اگر چیت سنگھ کو قتل کر دیا جائے۔ تو آپ سریر آرائے سلطنت ہوں اور مہاراجہ کھڑک سنگھ

جو فقیر مزاج ہین اپنی تمام عمر یاد الہی مین بسر کرین۔ کنور نونہال سنگھ ایسی آزادیان
دل سے چاہتا تھا فوراً راضی ہوگیا اور راجہ دھیان سنگھ کی حمایت سے ایک رات
موقع پاکر چیت سنگھ کو معہ چند اور سردارون کے قتل کر ڈالا۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ
کو اس روح فرسا خبر سننے سے کمال صدمہ پونچا۔ راجہ دھیان سنگھ اور کنور کی
نالائقیون اور گستاخیون پر بہت دانت پیسے۔ مگر باوجود مہاراجہ اور صاحب
حکومت اور والی تخت پنجاب ہونے کے راجہ دھیان سنگھ اپنے وزیر کے مقابلہ مین
کوئی بلش نہ چل سکی۔ ایک دفعہ کنور معہ راجہ دھیان سنگھ مہاراجہ کے سلام کو آئے
مہاراجہ نے ایک لمبی آہ کھینچ کر شہزادہ سے کہا آج تجھ کو گمان ہوگا۔ کہ مین اپنے باپ
کو رنج دے دے کر خوب حکومت کرونگا۔ مگر یاد رکھ میرے بعد تجھے بھی چین نصیب
نہ ہوگا سلطنت ایسی برباد ہوگی کہ لوگ دیکھ دیکھ کر کف افسوس ملینگے۔ اور ہماری
بادشاہی اور حکومت خواب وخیال کی طرح معلوم ہوگی۔ دل تو چاہتا ہے کہ اپنی
سلطنت انگریزون کے سپرد کردون۔ مگر لوگون کے ان طعنون سے ڈرتا ہون
کہ مہاراجہ صاحب کے ایک ناخلف لڑکے نے تمام سلطنت تباہ کردی۔ مگر خیر آج نہین تو
کل اور کل نہین تو پرسون یہ سلطنت ضرور سکھون کے ہاتھ سے نکل جائیگی۔ غرض
مہاراجہ کھڑک سنگھ اسی غم والم مین بتاریخ ۵ نومبر ۱۸۴۰ء انتقال کر گئے۔ بعض
لوگون کا بیان ہے کہ کنور نونہال سنگھ نے ان کو بہت تکلیفین پہونچائین۔ بیماری
کی حالت مین باپ کا علاج معالجہ تو کجا الٹا اس کو تنگ کرتا رہا۔ کنور نونہال سنگھ
کو نہ باپ کی طرف سے کوئی نیک دعا ملی اور نہ رعایا ہی اس سے خوش رہی
کیونکہ اس نے جوش جوانی مین ایسی نازیبا حرکتین کین۔ اور رنجیت سنگھ کے
اور اپنے باپ کے بعض منظور نظر مصاحبون کو ایسا تنگ کیا کہ عام لوگون کو اس سے
نفرت سی ہوگئی۔ غرض جب مہاراجہ کھڑک سنگھ کو جلانے کے واسطے گئے
تو ابھی اس کی لاش اچھی طرح جل بھی نہ چکی تھی۔ کہ یہ ناخلف اور سنگدل کنور
گرمی کی تاب نہ لاکر قلعہ کی طرف واپس چلا آیا۔ میان اودہم سنگھ خلف راجہ

گلاب سنگھ برادر راجہ دھیان سنگھ سے اس کا بہت یارانہ تھا۔ دونوں ہاتھ میں ہاتھ دیئے چلے آتے تھے اور ابھی روشنائی دروازہ تک ہی پہنچے تھے۔ کہ دروازہ سے ایک بہت بڑا پتھر گرا جس کے صدمے سے میاں اودہم سنگھ تو وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اور کنور لہو لہان ہو کر نیم جان ہوا۔ راجہ دھیان سنگھ فوراً پالکی پر (جو بارہ دری کے پاس ہی تھی) سوار کرا کر اندرون قلعہ لیگیا۔ اور چند خاص اشخاص کے سوا باقی تمام لوگوں کو کنور کے پاس سے الگ کر دیا۔ اور باغ اور قلعہ کے دروازے بند کر لیے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ہلاکت راجہ دھیان سنگھ کے ایما یا اس کے علم سے وقوع میں آئی تھی اور دانستہ تھی۔ ہر چند کہ اس کا بھتیجا میاں اودہم سنگھ بھی ساتھ ہی ضایع ہو گیا تھا۔ مگر راجہ دھیان سنگھ اپنی چالبازیوں اور بڑی بڑی حکمت عملیوں اور خود غرضیوں کے مقابلہ میں بھتیجا کیا بیٹوں تک کی پرواہ نہ کرتا تھا

زوجگان مہاراجہ کھڑک سنگھ و کنور نونہال سنگھ

مہاراجہ کھڑک سنگھ نے چار شادیاں کی تھیں۔ اول رانی چند کور جو سردار جیمل سنگھ کنہیہ فتح گڈھ والے کی دختر تھی اور جس کا ذکر اپنے موقع پر آئیگا دوم بھیم کور جس سے ۱۸۱۶ء میں مہاراجہ نے شادی کی۔ مہاراجہ کی وفات کے بعد اسکی بارہ ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر ۱۸۴۸ء میں اس لیئے دربار لاہور نے ضبط کر لی کہ یہ بھی مفسدوں کے ساتھ سازش میں شریک تھی پر ۱۸۸۲ء میں یہ رانی زندہ تھی اور سرکار انگلشیہ سے ۴۰۰ روپیہ سالانہ پنشن لیتی تھی۔ سوم کشن کور جو جودھ سنگھ راجا سنگھ ساکن سمرا ضلع امرتسر کی بیٹی تھی اور جس کی شادی مہاراجہ سے ۱۸۱۸ء میں ہوئی تھی۔ یہ رانی بھی ۱۸۸۲ء تک لاہور میں زندہ تھی اور ۴۸۰۰ روپیہ پنشن لیتی تھی۔ چہارم السیسر کور سردار منگل سنگھ سندہو سرانوالی ضلع سیالکوٹ کی بہن تھی یہ رانی مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حرم سے تھی جس سے بذریعہ چادر اندازی ۱۸۱۵ء میں شادی عمل میں آئی۔ کہتے ہیں کہ رانی موصوفہ کو راجہ دھیان سنگھ

نے مہاراجہ کھڑک سنگھ کی لاش کے ساتھ زبردستی ستی کرا دیا تھا +

کنور نونہال سنگھ کی پہلی رانی شام سنگھ اٹاری والے کی دختر نانکی تھی یہ شادی ۱۸۳۷ء میں ہوئی تھی۔ رانی کی وفات نومبر ۱۸۵۶ء میں واقع ہوئی اور ساتھ ہی اُس کی پنشن ۴۰۰۰ روپیہ بھی ضبط سرکار ہو گئی۔ دوم صاحب کور دختر سردار گوردت سنگھ (کلوالی ضلع امرتسر) تھی جس نے ۱۸۴۱ء میں وفات پائی۔ تیسری رانی عطر کور تھی جو اپنے شوہر کی وفات پر ستی ہو گئی تھی۔ چوتھی رانی کٹوچن راجہ لبنہ گر دُون کے پسر غیر صحیح النسب کی دختر تھی۔ جو رانی عطر کور کی طرح ساتھ ہی ستی ہو گئی تھی +

رانی چند کور والدہ نونہال سنگھ

دیوار سلطنت میں تو اسی وقت رخنہ پڑ جاتا۔ مگر راجہ دھیان سنگھ ملکی عمارت تیار کرنے کا ایسا اوستاد تھا کہ بڑے بڑے متمر معمار اُس کا مُنہ تکتے رہ جاتے تھے۔ نونہال سنگھ ہرچند اسی وقت مر چکا تھا۔ جب اسے پالکی پر سوار کر کے اندر لے گئے تھے۔ مگر راجہ دھیان سنگھ نے برٹش گورنمنٹ اور اپنی تمام سلطنت میں یہی مشہور کیا تھا کہ کنور کو گو چوٹ سخت آئی ہے مگر حالات خطرناک نہیں صحت کی پوری توقع ہے۔ بلکہ یہ خط اس قسم کے لکھوائے گئے تھے۔ گویا کنور نونہال سنگھ خود اپنی زبان سے اپنا حال بیان کر رہے ہیں غرض موت کا حال اُس وقت تک چھپائے رکھا جب تک کہ رانی چند کور والدہ نونہال سنگھ کو سلطنت لاہور کا وزارت دا مستقر کر لیا۔ مگر کچھ دنوں کے بعد جب سندھانوالیوں کی امداد سے رانی چند کور نے مشتبہ روش اختیار کی اور راجہ دھیان سنگھ کو نہ صرف اپنی وزارت کے جانے کا خوف ہوا بلکہ اُسے اندیشہ تھا کہ مبادا سلطنت ہی ہاتھ سے نہ نکل جاوے۔ اس لیے اُس نے راجہ شیر سنگھ مہاراجہ کے تیسرے جوان اور نجابت عیب کو اسکی جاگیر بٹالہ سے بلا کر لاہور کا مہاراجہ بنایا۔ شیر سنگھ کی مہاراجگی اور نو سب سرداروں نے قبول کر لی۔ مگر سندھانوالیوں نے اور سردار خوشحال سنگھ وغیرہ نے اپنی ناخوشنودی

ظاہر کی۔ اور فتنہ و فساد کی تیاریاں شروع کر دیں۔ راجہ دھیان سنگھ جو کہ مرد دانا تھا مہاراجہ شیر سنگھ کو سمجھایا کہ اس وقت مصلحت یہی ہے کہ آپ بٹالہ واپس چلے جائیں اور منتظر رحمت الٰہی رہیں۔ شیر سنگھ بھی سمجھدار تھا راجہ دھیان سنگھ کے کہنے سے واپس چلا آیا۔ مگر راجہ رات دن اسی فکر میں رہتا تھا کہ شیر سنگھ کو تخت پر بٹھا کر اپنی وزارت سابق کی طرح قائم کروں۔ وہ اس خیال سے کہ میری یہاں کی موجودگی میری بدنامی کا باعث ہوگی آپ تو جموں چلا گیا اور لاہور میں اپنے بھائی راجہ گلاب سنگھ کو اس لئے چھوڑ گیا۔ کہ ظاہر میں تو رانی چند کور کی حمایت کرتے رہو۔ مگر باطن میں جس طرح بھی ممکن ہو شیر سنگھ کو تخت پر بٹھا دو۔ دھیان سنگھ جموں جانے سے پہلے فوج اور فوج کے عہدہ داروں کو اپنی طرف کر گیا۔ اور راجہ شیر سنگھ کو اطلاع دے گیا تھا۔ شیر سنگھ کو جب یقین ہو گیا کہ اب تمام فوج میرے بادشاہ بنانے کے لئے تیار ہے تو اس نے لاہور میں آ کر بڑا دہ بدھو (متصل شالا مار باغ) جہاں چھاؤنی فوج خالصہ تھی ڈیرے ڈال دئے۔ فوج پہلے ہی پڑھی پڑھائی تھی۔ اُنہوں نے جھٹ اطاعت کی لاگی اتار دی۔ ساتھ ہی توپ خانے بھی حاضر ہو گئے۔ رانی چند کور کے ساتھ مصلحتاً راجہ گلاب سنگھ کو بھی محصور کر لیا گیا۔ آخر مہاراجہ شیر سنگھ فتحیاب ہو کر لاہور کے تخت پر جلوہ افگن ہوا۔ اسی جھمیلے میں کئی لوگوں نے خزانہ پر ہاتھ صاف کئے اور خوب مالا مال ہو گئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد وزیر راجہ دھیان سنگھ بھی واپس آ گیا۔ اور آتے ہی عہدہ وزارت پر ممتاز ہوا۔ اور رانی چند کور اپنے دعوے سے عملی طور پر دست بردار کر دی گئی۔ کچھ دنوں کے بعد شیر سنگھ نے چند کور کو شادی کا پیام بھیجا۔ مگر رانی نے اُس کی درخواست کو نہایت نفرت اور حقارت سے نامنظور کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۴۲ء میں یہ رانی راجہ دھیان سنگھ اور شیر سنگھ کے حکم سے قتل کر دی گئی۔ اس رانی کی شادی مہاراجہ کھڑک سنگھ سے ۱۸۱۲ء میں نہایت دھوم دھام سے ہوئی تھی۔ اور سر جنرل ڈیوڈ اختر لونی بھی لدہانہ سے آ کر شامل ہوئے تھے۔ کنور نونہال سنگھ اسی رانی کے بطن سے ۱۸۲۱ء میں پیدا ہوا تھا۔

راجہ دھیان سنگھ و مہاراجہ گلاب سنگھ

راجہ گلاب سنگھ جو اپنے اور اپنے بھائی کے منصوبون کے کامیاب ہونے پر دل ہی دل مین خوش تھا مہاراجہ شیر سنگھ کو تخت حکومت دلا کر جب واپس اپنی جاگیر جمون پر گیا۔ تو بہت سا خزانہ خصوصاً جواہرات جو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے قلعہ مین جمع کئے تھے اپنے ساتھ لے گیا۔ محاصرۂ قلعہ لاہور کے وقت دغا لیا اس خدمت کے معاوضہ مین کہ اس کے بھائی راجہ دھیان سنگھ نے مہاراجہ شیر سنگھ اور رانی چند کور مین مصالحت کرادی تھی) راجہ گلاب سنگھ نے علاقہ منا ور جس کی جمع ایک لاکھ روپیہ سالانہ سے بھی زیادہ تھی دستخطی راجہ دینا ناتھ و سیچیج رانی چند کور بطور جاگیر لکھوا لیا تھا۔ اور ۱۶ مارچ ۱۸۴۶ع کے عہدنامہ کے مطابق یہ علاقہ بھی جمون و کشمیر کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اسی لوٹ اور جواہرات سے اس واقعہ کے پانچ سال بعد راجہ گلاب سنگھ کشمیر کو خرید کر مہاراجہ گلاب سنگھ کہلایا تخت کشمیر کے موجودہ حکمران ہز ہائینس مہاراجہ سر پرتاب سنگھ بہادر اسی خاندان کی اولاد سے ہین۔ آپ کی عمر قریباً ۶۰ سال ہے۔ آخر عمر مین ہزارون منتون اور دعاؤن سے خدا نے ولیعہد بخشا تھا اس خوشی مین لاکھون روپے غربا و مساکین اور پرنس کی یادگارون مین صرف ہوئے تھے۔ مگر افسوس موت ظالم نے یہہ شیر خوار بچہ ۱۸ جولائی ۱۹۰۵ع کو چھین لیا اور مہاراجہ اور اُن کی رعایا اور تمام متعلقین و ہوا خواہ سر پیٹتے رہگئے ؎

پھول تھو وہ دن بہا جانفزا دکھلا گئے　　حسرت اُن غنچون پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

مہاراجہ شیر سنگھ

رنجیت سنگھ کے بعد اوس کی اولاد یا بیٹون مین اگر کسی نے چار دن دلجمعی سے حکومت کی ہے تو وہ مہاراجہ شیر سنگھ ہی تھا۔ شیر سنگھ نے نہایت نیک نامی اور انصاف پروری سے حکومت کی مجرمون کو ایسی سخت سزائین دیتا تھا

کہ اگر اُس کی حکومت چند سال بھی اور رہتی تو لوگ سکھا شاہی عہد حکومت
کا آج نام تک بھی بھول گئے ہوتے۔ مہاراجہ شیر سنگہ نے سوائے سردار شمشیر سنگہ
سندہانوالیہ کے جو اپنے رشتہ داروں کی حرکات میں شامل نہیں تھا تمام سندہانوالیوں
کی جاگیریں ضبط کر لیں بلکہ لہنا سنگہ اور اس کے برادر زادہ کہیر سنگہ کو قلعہ سے لاہور
بلوا کر قید کر لیا۔ اور اکثر سندہانوالیئے رئیس ستلج پار ہو کر انگریزی حکومت میں
چلے گئے۔ مہاراجہ شیر سنگہ کو جس طرح ڈوگرا اہلکاران سے دلی نفرت تھی۔ اور ان
سے ڈرتا بھی تھا۔ اور اُن کو کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا اسی طرح سندہانوالیوں سے
جو اُس کے اپنے ہی رشتہ دار تھے اُسے بہت خوف تھا اور گو بعض مفسدوں
کو اُس نے قید کر لیا اور بعض اُس کی سرحد سے چلے گئے۔ مگر وہ اپنے دشمنوں
سے بے خوف نہیں رہا۔ آخر بھائی رام سنگہ کے کہنے سننے سے اُس نے اکتوبر ۱۸۴۲ء
میں سردار اجیت سنگہ اور لہنا سنگہ کو جو چچا بھتیجا تھے اور کچھ عرصہ پہلے قید سے
رہا ہو چکے تھے۔ لاہور میں واپس بلوایا اور ان کی جاگیریں واگذار کر دیں
اسی اثنا میں رانی چند کور بھی جو سندہانوالیوں کی سرگروہ تھی راجہ دھیان سنگہ
اور مہاراجہ شیر سنگہ کے حکم سے قتل ہو چکی تھی۔ راجہ دھیان سنگہ نے سندہانوالیہ
سرداروں کو بہت کچھ اپنی خیر خواہی جتائی۔ بلکہ یہاں تک کہا کہ مہاراجہ
شیر سنگہ نے تم لوگوں کو محض میری ہی سفارش سے بلا لیا ہے۔ مگر وہ اچھی
طرح سمجھتے تھے کہ دھیان سنگہ سے بڑھ کر دربار میں ہمارا کوئی بھی دشمن نہیں
اس لیے اجیت سنگہ اور لہنا سنگہ نے ارادہ کیا کہ وزیر اور بادشاہ دونوں کو
ایک دم قتل کر دیا جائے تا کہ معصوم دلیپ سنگہ کو مہاراجہ بنا کر اختیارات سلطنت
اپنے قبضہ میں رکھیں۔ اُدھر دھیان سنگہ نے بھی یہ منصوبہ سوچا تھا کہ سندہانوالیوں
اور شیر سنگہ دونوں کو قتل کر کے دلیپ سنگہ کے بہلانے خود حکومت کرونگا غرض
سندہانوالیوں نے بہت سے اُتار چڑہاؤ کے بعد مہاراجہ شیر سنگہ کو دھیان سنگہ
کے قتل پر آمادہ کر کے یہ فرمان اُس سے لکھوا لیا کہ اگر دھیان سنگہ قتل کیا گیا۔ تو

اس کے خون کی پرسش نہ ہوگی۔ اُدھر دھیان سنگھ کو یہ خبر پہنچا کر دکھایا کہ مہاراجہ
تمہیں قتل کرانا چاہتا ہے۔ اب کوئی ایسی تدبیر سوچو کہ مہاراجہ کو ٹھکانے لگا دیا جائے

مہاراجہ شیر سنگھ کا قتل

شیر سنگھ دل سے چاہتا تھا کہ سندھانوالیے اس سے صاف ہو جائیں مگر افسوس
کہ مرتے دم تک اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی بلکہ اس کی ہلاکت بھی انہیں ظالم
سرداران کی طفیل ہوئی مہاراجہ کو کامل توقع تھی کہ سندھانوالیے جو اس کے رشتہ دار
بھی ہیں اس کو راجگان جموں یعنی دھیان سنگھ اور گلاب سنگھ سے بچاتے رہینگے۔
آخر ۱۵ ستمبر ۱۸۴۳ء کا ہولناک دن آ پہنچا اور مہاراجہ شیر سنگھ دشمنوں کے ہاتھوں
نہایت بے دردی سے ہلاک کیا گیا۔ سر لیپل گریفن لکھتے ہیں کہ مہاراجہ اس دن
شاہ بلاول میں جو لاہور اور شالامار کے درمیان واقع ہے مقیم تھے چند لوگ پاس تھے
اور دیوان دینا ناتھ چند کاغذات با آواز بلند پیش کر رہے تھے اتنے میں اجیت سنگھ
سندھانوالیہ آیا اور سلام کہکر مہاراجہ کے ملاحظے کے لئے ایک دونالی بندوق ان
الفاظ کے ساتھ پیش کی۔ کہ یہ بندوق بڑی عجیب ہے اور میں نے ابھی ابھی
خریدی ہے۔ شیر سنگھ کو ہتھیاروں کا بہت شوق تھا اس نے بندوق کے
لینے کو ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اجیت سنگھ نے جسنے بندوق کا منہ مہاراجہ کی طرف
ہی رکھا ہوا تھا دونوں نالیاں سر کر دیں۔ گولیاں مہاراجہ کے سینے کو چیرتی
ہوئی نکل گئیں۔ مہاراجہ ابھی یہی کہنے پایا تھا کہ "اوہ ظالم یہ دغا" کہ پشت کے
بل پیچھے گر پڑا اور جان نکل گئی ظالموں نے یہیں تک اکتفا نہیں کی۔ بلکہ مردہ
جسم کے ٹکڑے کر ڈالے اور سر الگ کر دیا۔ مہاراجہ کے ساتھ چند اور بیگناہ بھی
خاک و خون میں ملائے گئے۔ اسی زمانہ سے برچھا گردی یا سکھا شاہی کی ابتدا ہوئی ہے

شہزادہ پرتاپ سنگھ کا دردناک قتل

شاہ بلاول کے متصل سردار تیج سنگھ کے باغ میں کنور پرتاب سنگھ مہاراجہ شیر سنگھ کا سب سے بڑا لڑکا جو اُس وقت تیرہ سال کا تھا اور نہایت خوبصورت اور عقیل تھا سنگرانت یعنی ماہ اسوج کی پہلی تاریخ ہونے کی وجہ سے چند مذہبی رسمیات ادا کر رہا اور برہمنوں کو خیرات دے رہا تھا کہ ظالم اجیت سنگھ کا سنگدل چچا لہنا سنگھ تھوڑی سی فوج لیکر اُس کے ہلاک کرنے کی غرض سے باغ میں داخل ہؤا پرتاب سنگھ نے لہنا سنگھ کو تلوار سونتے اور اس غیظ و غضب میں دیکھ کر اور ہاتھ جوڑ کر کہا کہ "بابا مجھے نہ مارنا میں ساری عمر نوکروں کی طرح تمہاری جوتیاں اُٹھاتا رہونگا" لہنا سنگھ نے کہا تمہارا زندہ رہنا فضول ہے جب کہ تمہارا باپ بھی قتل ہو چکا ہے۔ یہ کہکر اُس معصوم شاہزادہ کا سر تن سے جُدا کر دیا۔ اور ساتھ ہی کئی پروہت اور برہمن بھی ہلاک کر دیئے گئے۔

مہاراجہ شیر سنگھ کی اُولاد اور رانیاں

مہاراجہ شیر سنگھ کی پہلی رانی دلسیان سردار موہر سنگھ نکئی کی لڑکی تھی جس سے ۱۸۱۹ء میں شادی ہوئی تھی۔ یہ رانی شادی سے دو برس بعد ہی مر گئی تھی دوسری رانی پریم کور تھی جس کے بطن سے ۱۸۳۱ء میں شہزادہ پرتاب سنگھ پیدا ہؤا تھا۔ یہ رانی ۱۸۶۳ء تک بعمر ۶۶ سال زندہ تھی۔ اور ۷۲۰۰ روپیہ سالانہ اس کو پنشن ملتی تھی تیسری رانی پرتاب کور سردار جگت سنگھ کوٹ کپورہ والے کی دختر تھی جس سے شیر سنگھ کی شادی ۱۸۲۵ء میں ہوئی تھی۔ ۲۴ اگست ۱۸۵۶ء کو اس کا انتقال ہؤا اس رانی نے ایک لڑکا مسمی ٹھاکر سنگھ ۱۸۳۷ء میں متبنیٰ کیا تھا جس کو رانی کی وفات کے بعد ۸۰۰ روپیہ سالانہ پنشن ملتی تھی۔ چوتھی رانی دکھنو نام تھی۔ جس کو کاردار ضلع کانگڑہ نے ۱۸۴۲ء میں مہاراجہ کی نذر کیا تھا ۱۸۴۳ء میں شہدیو سنگھ اس رانی کے بطن سے پیدا ہؤا ۱۸۴۹ء میں دونوں ماں بیٹے مہاراجہ دلیپ سنگھ کے ہمراہ فتح گڑھ بھیج دیئے گئے تھے۔

دلیپ سنگھ کے نشان چلے جانے کے بعد شہدیو سنگھ نے بنارس میں اقامت اختیار کر لی۔ شہدیو سنگھ کی شادی اپریل ۱۸۶۰ء میں ضلع تھانیسر کے ایک جاگیردار فتح سنگھ کی لڑکی سے ہوئی کچھ عرصہ کے بعد سرکار انگریزی نے اودھ میں ۱۲ ہزار سالانہ کی تعلقہ داری بھی عطا کی جس کا نصف ہمیشہ کے لئے معاف ہے اور نصف کا معاملہ وقت بندوبست تک آدھا لیا جائیگا۔ جولائی ۱۲۶۵ء میں تین ہزار روپیہ کی سالانہ پنشن بھی اس کے لئے مقرر ہو گئی۔ علاوہ ان چار رانیوں کے مہاراجہ شیر سنگھ کا اپنے بھائی تارا سنگھ کی دو عورتوں دھرم کور اور چند کور سے بھی تعلق تھا جن کے لئے علیحدہ گذارہ اور جاگیر مقرر تھی ؂

راجہ دھیان سنگھ وزیر مہاراجہ کا قتل

لہنا سنگھ شہزادہ پرتاب سنگھ اور اجیت سنگھ مہاراجہ شیر سنگھ کا سر کاٹ کر اب راجہ دھیان سنگھ کی طرف متوجہ ہوئے اجیت سنگھ تین سو سواروں کی جمعیت سے شہر کی طرف واپس آ رہا تھا کہ اس مقام پر جہاں اب بادامی باغ واقع ہے۔ راجہ دھیان سنگھ جو گاڑی پر آہستہ آہستہ شاہ بلاول کی طرف جا رہا تھا۔ راجہ دھیان سنگھ کے ہمراہ فتح خان ٹوانہ اور چند ایک آدمی تھے اجیت سنگھ نے کہا کہ مہاراجہ کا کام تمام کر دیا ہے اب واپس لاہور چلو تا کہ کوئی مشورہ کیا جائے۔ راجہ دھیان سنگھ یہاں سے ہی اجیت سنگھ کے ساتھ واپس ہو گیا۔ روشنائی دروازہ کے راہ سے قلعہ میں داخل ہوئے اور دروازے بند کر دیئے گئے قلعہ کی چڑھائی کے دوران ہی میں اجیت سنگھ نے راجہ سے دریافت کیا کہ اب کیا انتظام کیا جائے۔ وزیر نے جواب دیا کہ دلیپ سنگھ کو مہاراجہ بنایا جائے۔ میں وزیر ہوں اور آپ لوگ بھی سند یافتہ ہو کر اقتدار حاصل کریں گے۔ اجیت سنگھ نے آزمائش کے لئے دو تین مرتبہ یہی سوال کیا۔ مگر راجہ دھیان سنگھ نے ایسی مشکل کے وقت بھی اپنی ہی وزارت کا جواب دیا

اجیت سنگھ نے یہ کہکر کہ تم تورانی چند کے قاتل ہو راجہ دھیان سنگھ کو بندوق سے ہلاک کر دیا غرض سردار کے ہمراہیوں نے راجہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ راجہ دھیان سنگھ کے ایک دو آدمی اور بھی مارے گئے ؛

سنگدل قاتلوں کا عبرت انگیز انجام

جب راجہ دھیان سنگھ اندرون قلعہ نہایت کس مپرسی کی حالت میں مارا گیا تو سندھانوالیوں نے دلیپ سنگھ کے مہاراجہ اور لہنا سنگھ کے وزیر ہونے کی منادی کر دی۔ لیکن ان کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ ہمارا کھیل بگڑنے والا ہے۔ انہوں نے راجہ دھیان سنگھ مقتول کے بھائی راجہ سوچیت سنگھ اور اس کے بیٹے راجہ ہیرا سنگھ کو جو وزیر کے قتل کے وقت شاہ بلاول میں مقیم تھے ایک مشورہ کے بہانے سے بلا بھیجا مگر وہ بھی پولیٹکل شطرنج کے بہت بڑے کھلاڑی تھے اس داؤ میں نہ آئے بلکہ پڑاؤ پر ہو کر انہوں نے فوج کو بہت بڑے وعدے دیئے۔ اُن دنوں خالصہ سکھ بھی پیسہ کی مرید تھی نمک حلالی اور وفاداری اس کے پاس چھٹانک بھی نہ باقی تھی جس کسی نے انعام اکرام یا زیادہ تنخواہ کا وعدہ کیا بس اُسی کا ساتھ دینے کو موجود۔ جب یہ حال تھا۔ تو فوج کا جمع ہونا کوئی دشوار نہ تھا۔ چنانچہ شام تک چالیس ہزار فوج نے بسر کردگی راجہ ہیرا سنگھ قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ سندھانوالیوں نے جان بکف ہو کر راجہ ہیرا سنگھ کا مقابلہ کیا۔ مگر سینکڑوں آدمیوں کی ہزاروں کے مقابلے میں کیا حیثیت تھی۔ دیواروں میں رخنے پڑ گئے اور غنیم نے قلعہ کو سر کر لیا اُس وقت ظالم اور ناخدا ترس اجیت سنگھ نے جو اب کیفر کردار کو پہنچنے والا اور اپنی بدیوں کا پھل حاصل کرنے والا تھا قلعہ کی دیوار سے بذریعہ ایک رسی کے کود کر بھاگ جانے کا ارادہ کیا۔ مگر موت سے کہیں بھاگا جا سکتا ہے۔ ایک سپاہی نے اسکو دیکھ لیا

ملہ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ سکھا شاہی اور جھاگردی حکومت اور سکھوں کی شامت اعمال عین شباب پر تھی ہو رہی تھی

اور ہر چند کہ اجیت سنگھ نے اپنی سلامتیٔ جان کے معاوضہ میں اُس کو کئی لاکھ روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا مگر سپاہی نے ایسے ظالم کا ہلاک کرنا عین ثواب سمجھا اور اُسے گولی سے مار دیا۔ اُس کا سر کاٹ کر ہیرا سنگھ کے پاس بھیجا گیا۔ سپاہی کو صوبیدار بنایا گیا۔ اور اجیت سنگھ کی لاش کے چار ٹکڑے کرکے تمام شہر میں پھرائی گئی۔ اسی طرح لہنا سنگھ کے قاتل کو بھی دو ہزار روپیہ انعام ملا۔ اور سر اُس کا کاٹ کر تشہیر کیا گیا۔ مولوی نور احمد صاحب چشتی ان دونوں ظالموں کے متعلق چشم دیدہ حالات میں لکھتے ہیں کہ اجیت سنگھ اور لہنا سنگھ کی لاش بے سر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ لوگ ان کی ٹانگوں میں رسیاں ڈالکر بازاروں میں گھسیٹ رہے تھے۔ لہنا سنگھ ضرورت سے زیادہ موٹا تھا اور گولی اس کو زیر ناف لگی تھی۔ جب اُس کی لاش کو ایک رسی سے باندھ کر گھسیٹتے تھے تو اُس کے بدن سے چربی نکلتی تھی چند دنوں تک یہ دونوں لاشیں بدررؤں اور کیچڑ کی موریوں میں پڑی رہیں۔ بعد ازاں درختوں پر لٹکائی گئیں سچ ہے کہ کردکہ نیافت ؎

جس ستمگر نے مجھے قتل کیا تھا اے ذوق | حشر تک وہ بھی تو زندہ نہ رہا میرے بعد

راجہ ہیرا سنگھ کی وزارت

راجہ ہیرا سنگھ جب اپنے علانیہ اور ہمیشہ نزدیک رہنے والے دشمنوں کو نیست و نابود کر چکا تو اُس نے دلیپ سنگھ کو مہاراجہ بنا کر اپنی وزارت کی منادی کرادی اور حسب وعدہ فی سوار ایک روپیہ یومیہ اور پیادہ بارہ روپیہ ماہوار تنخواہ کردی۔ اور داد و دہش کے لئے خزانوں کے منہ کھول دئے ہیرا سنگھ نے راجہ سانسی کو جو سندہانوالیوں کا اصلی وطن تھا ویران کر دیا۔ اور اُن کی حویلیوں اور مکانات کو مسمار کرا کے ہل چلوا دئے۔ ہیرا سنگھ سے جہاں تک ہو سکا اُس خاندان کے آدمیوں کو اُس نے چن چن کر قتل کیا۔ سردار عطر سنگھ جو رشتے میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا چچازاد بھائی تھا کسی طرح ستلج پار انگریزوں کی حمایت میں چلا گیا۔ اور اُس نے

پہلے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دو بیٹے شہزادہ کشمیرا سنگھ اور پشورا سنگھ بھی وہاں ہی بابا بیر سنگھ کے پاس تھے جن کا سکھ لوگ بوجہ گرو ہونے کے بہت ادب کرتے تھے راجہ ہیرا سنگھ نے دہوکہ اور فریب سے بابا صاحب اور عطر سنگھ کو اس بنا پر طلب کیا کہ اُن کا سابقہ اقتدار قایم رکھا جائیگا۔ مگر جب وہ ستلج گذر کر سکھوں کے علاقے میں آگئے۔ تو اُن پر حملہ کر دیا جس میں شہزادہ کشمیرا سنگھ (جو بابا صاحب سے شامل ہو گیا تھا) معہ بابا بیر سنگھ اور سردار عطر سنگھ نہایت بیدردی سے قتل کیا گیا +

شہزادہ پشورا سنگھ کا قتل

کشمیرا سنگھ کے قتل کے بعد اُس کا بھائی پشورا سنگھ اٹک کی طرف بھاگ گیا۔ مگر راجہ ہیرا سنگھ اور اُس کے تمام خاندان کو اُس کی طرف سے ہر وقت کھٹکا رہتا تھا کیونکہ آخر وہ بھی مہاراجہ کی اولاد سے تھا۔ راجہ گلاب سنگھ نے اپنے بھتیجے (راجہ ہیرا سنگھ وزیر دربار) کے ایما سے سردار چتر سنگھ اٹاری والا جو خاندان شاہی کی مخالفت کو بغاوت سمجھتا تھا اور فتح خان ٹوانہ کو شہزادہ پشورا سنگھ کے مقابلہ پر اٹک روانہ کیا۔ چتر سنگھ با دل نخواستہ روانہ ہوا۔ چونکہ اُسے شہزادہ کو جان سے مارنا منظور نہ تھا۔ اس لئے اُس نے بہت سے حیلہ و حوالہ کے بعد شہزادہ سے راجہ گلاب سنگھ کی اطاعت منظور کرائی اور سلامتی جان کا وعدہ دے کر لاہور لے آئے۔ مگر افسوس ہے کہ چتر سنگھ نے خود یا فتح خان ٹوانہ نے دوسرے دن ہی شہزادہ کو غافل پا کر قتل کر دیا۔ اور لاش دریائے اٹک میں پھینک دی یہ واقعہ آخر جون ۱۸۴۵ء کا ہے +

راجہ ہیرا سنگھ کی وزارت کا خاتمہ

فوج خالصہ نے جو نہایت خود سر تھی۔ جب یہ خبر سنی کہ شہزادہ پشورا سنگھ نہایت بزدلی اور بے ایمانی سے قتل کیا گیا ہے تو چتر سنگھ کی مخالف ہو گئی

اس قتل میں چونکہ سردار جواہر سنگھ ماموں مہاراجہ دلیپ سنگھ (یعنی مہاراجہ رنجیت سنگھ کے سالے) کی بھی سازش تھی۔ اس لئے اب فوج خالصہ دونوں کے درپئے تخریب رہنے لگی۔ انہیں دنوں میں سردار جواہر سنگھ راجہ ہیرا سنگھ کا مغلوب ہو کر قید کیا گیا۔ مگر اُس نے قید ہی میں فوج کو انعام و اکرام کے ایسے لالچ دئیے۔ کہ فوج راجہ ہیرا سنگھ وزیر اور اُس کے مشیر پنڈت جلا اور راجہ گلاب سنگھ کے بیٹے سوہن سنگھ وغیرہ کے قتل پر آمادہ ہو گئی۔ اور بروز عید قربان بکنارہ دریائے راوی یہ تینوں عالیجاہ سردار اور کئی ایک آدمی تہ تیغ بیدریغ کئے گئے سچ ہے ہر عمل اجرے و ہر کردہ سزائے دارد۔ راجہ ہیرا سنگھ وزیر دربار کی مونچھیں جو پیچیدہ اور مڑی ہوئی اور نہایت بانکی تھیں کئی دنوں تک معہ داڑھی اور سر کے زمین پر خراب ہوتی رہیں۔ پنڈت جلا کی لاش کو ایک ستم رسیدہ سکھ کئی دنوں تک ہر روز صبح آ کر ٹھوکریں اور جوتے مارا کرتا تھا۔ آخر میں ان سب کی لاشیں بھی موریوں اور گندے پانی میں سڑتی اور خراب ہوتی رہیں فاعتبروا یا اولی الابصار؀

راجہ لعل سنگھ کی وزارت

گذشتہ واقعات اور قتل و خون کے مسلسل سانحات ثابت کر رہے تھے کہ سردار جواہر سنگھ بھی جس نے ہیرا سنگھ اور اُس کے معتمدین کو قتل کرایا ہے۔ چند دنوں کا مہمان ہے۔ چنانچہ چند ہفتوں کے بعد ہی فوج خالصہ نے سردار جواہر سنگھ کو بھی قتل کر دیا جس سے رانی جنداں والدہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو نہایت صدمہ پہنچا کیونکہ وہ اُس کا سگا بھائی تھا۔ مہارانی نے راجہ لعل سنگھ توشے خانیہ کو وزیر مقرر کر کے قسم کھائی کہ جب تک فوج خالصہ کو تباہ نہ کر لونگی چین نہ لونگی۔ راجہ لعل سنگھ اور مہارانی کے تعلقات اوّل اوّل مشکوک نظر سے دیکھے گئے۔ مگر بعد ازاں باہمی تعشق کا شہرہ عوام تک پہنچ گیا۔ فوج خالصہ کو برباد کرنے کی تدبیر یہ سوچی گئی کہ راجہ دینا ناتھ اور سردار تیج سنگھ کو (جو ناظم پشاور تھا اور جو بعد میں راجگی کے خطاب سے

راجہ سیالکوٹ بنایا گیا) فوج کے ورغلانے کی خدمت سپرد کی جائے۔ چنانچہ راجہ لعل سنگھ نے اکتوبر ۱۸۴۵ء میں تیج سنگھ کو اسی غرض کے لئے بلایا۔ راجہ لعل سنگھ اور رانی جنداں کا دراصل منشا یہ تھا کہ افواج سکھاں جو باہمی نااتفاقی میں مبتلا اور خود پسند و مغرور ہے جب انگریزوں سے لڑیگی تو خود بخود ہی تباہ ہو جائیگی جب لڑائی کی صلاح پختہ ہو گئی تو تیج سنگھ سکھ فوج کی سپہ سالاری پر مامور ہوا۔ غرض سکھا شاہی لشکر شامت اعمال کو ساتھ لئے اور رستے میں اپنا ہی ملک غارت کرتا۔ ۱۲ نومبر ۱۸۴۵ء کو ستلج پار ہوا جب سرکار انگریزی کو سکھوں کی اس ناعاقبت اندیشی اور خود سری کی خبر ہوئی۔ تو پیشگاہ نواب گورنر جنرل بہادر سے ۱۳ دسمبر ۱۸۴۵ء کو ایک اشتہار اس مضمون کا جاری ہوا۔ کہ فوج سکھاں نے اس عہد نامہ سے جو مہاراجہ رنجیت سنگھ اور سرکار انگریزی کے درمیان ہوا تھا۔ خلاف ورزی کر کے دریائے ستلج کو بارادۂ جنگ عبور کیا ہے۔ اس لئے اب تمام علاقہ آنروئے ستلج ضبط ہو کر سرکار انگریزی میں داخل ہوا۔

سکھوں اور انگریزوں کی لڑائیاں

رانی جنداں اور راجہ لعل سنگھ نے افواج سکھ کو تباہ کرنے کی چال تو اچھی کی تھی مگر یہ معلوم نہیں تھا کہ اس چال سے سلطنت و حکومت نہ صرف اپنے ہاتھ سے بلکہ اس خاندان سے ہی جاتی رہیگی۔ ان دنوں افواج سکھ کی جمعیت حسب ذیل تھی:

بعہد مہاراجہ شیر سنگھ فوج آئین میں ۵۰۰۴۴ آدمی توپیں ۲۳۱ اور خرچ ماہوار ۱۰۹۴۵۵ روپیہ تھا

راجہ ہیرا سنگھ کے عہد میں ،، ۵۵۰۸۰ ،، ۲۸۲ ،، ۸۹۵۶۸ ،،

بعہد سردار جواہر سنگھ ،، ۷۲۳۷۰ ،، ۳۸۱ ،، ۵۶۹۹۴۸ ،،

جب انگریزوں سے لڑائی شروع ہوئی تو فوج کشادہ کی جمعیت ۲۹۲۱۹ آدمیوں کی تھی۔ اور جب ۱۸ دسمبر ۱۸۴۵ء کو ستلج کی لڑائی بمقام مدکی شروع ہوئی

توکل فوج سکھ پنجاب میں حسب تفصیل ذیل تھی ؛

		میزان
فوج پیادہ آئین	۵۳۷۵۶	
فوج سواری آئین	۶۲۳۵	
فوج سواری کشادہ	۱۶۲۹۲	
توپ خانہ	۱۰۹۶۸	
اونٹوں کے زنبورے	۵۸۴	۸۸۶۶۲
متفرق	۸۲۷	

راجہ لعل سنگھ نے سرکار انگریزی کی گورنمنٹ میں رسوخ حاصل کرنیکے لئے اپنی سلطنت کو عظیم خطرے میں ڈالا۔ اور سکھوں کی فوج سے نہایت کمینہ دغا کیا چونکہ اُس کی کوئی خدمت اور کوئی اطلاع بھی سرکار انگریزی کو وقت پر نہ پہونچتی تھی۔ اور وہ اپنی سلطنت سے نمکحرامی کر رہا تھا۔ ان وجوہات سے سرکار انگریزی مین نہ اُس کی کسی بات پر اعتبار کیا گیا اور نہ وہ کسی الطاف کے قابل سمجھا گیا۔ لڑائی سے پہلے ۱۷ دسمبر کو اُس نے کپتان نکلسن کو یہ پیغام بھیجا کہ آپ یقین رکھین کہ میں اور مہارانی سرکار انگریزی کے دوست ہین اور دونون کی دلی خواہش یہ ہے کہ سکھ غارت ہو جائیں پھر ۱۹ دسمبر کو لڑائی کے بعد راجہ لعل سنگھ نے میجر براڈفٹ کے پاس اپنا آدمی اس غرض سے بھیجا کہ میرے لایق جو خدمت ہو اُس سے مجھے اطلاع دیجائے۔ مگر میجر صاحب نے لعل سنگھ کے قاصد کو اپنے کیمپ سے باہر نکال دیا۔ دوسری لڑائی فیروز پور شہر میں ۲۱ دسمبر کو ہوئی جس مین راجہ لعل سنگھ بھی شریک تھا اور مع اپنی فوج کے بہتر توپین میدان میں چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ تیسری لڑائی ۲۸ جنوری ۱۸۴۶ع کو علیوال میں ہوئی جس میں پچاس توپین سرکار انگریزی کے ہاتھ لگین اور ہزارہا سکھ پانی مین ڈوب کر مر گئے۔ چوتھی لڑائی سبراؤن پر ہوئی جس میں سکھون کا نامی اور بہادر افسر بوڑھا شام سنگھ اٹاری والہ مارا گیا۔ اس لڑائی کے بعد سکھ لوگ صاف طور پر بھاگ

گئے - اور نواب گورنر بہادر سکھوں کو ہزیمت دیتے اور اُن کا تعاقب کرتے لاہور میں داخل ہو گئے ✤

۱۸۴۶ء کا ایک پہلا عہد نامہ

۱۸۴۶ء میں دربار لاہور اور سرکار انگریزی کا پھر ایک عہد نامہ ہوا جس کے مطابق ملک دوآبہ جالندھر کشمیر ہزارہ اور ممالک کوہستان کانگڑہ وغیرہ سرکار لاہور کے قبضہ سے نکل گئے - اور باقی تمام پنجاب پر دلیپ سنگھ جو اس وقت دس سال کی عمر کا تھا مہاراجہ تسلیم کیا گیا - اور اہالیان دربار لاہور کی خواہش کے مطابق لاہور میں ایک رزیڈنٹ مقرر ہوا ۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء کے عہد نامہ کے مطابق راجہ گلاب سنگھ نے ملک کوہستان کشمیر بعوض ۷۵ لاکھ روپیہ سرکار انگریزی سے خرید کر لیا جس کو برٹش گورنمنٹ نے کشمیر کا الگ مہاراجہ تسلیم کیا - یہ انتظام تو ہو گیا مگر فتنہ و فساد سے پنجاب اب بھی خالی نہ رہا - دربار لاہور راجہ لعل سنگھ اور مہارانی کو اس بات کا نہایت قلق تھا کہ دربار کا ایک ملازم دربار کے مقابلہ پر ہی مہاراجہ بنایا جائے - جب راجہ گلاب سنگھ نے شیخ امام الدین[لہ] صوبیدار کشمیر کو اپنے مہاراجہ ہونے کی مفصل کیفیت سے اطلاع دی اور لکھا کہ تم واپس آجاؤ اب وہاں میرا قبضہ ہے تو راجہ لعل سنگھ نے شیخ امام الدین کو مہاراجہ کا مقابلہ کرنے میں بہت تقویت دی ✤

راجہ لعل سنگھ وزیر دربار لاہور کی معزولی

اس زمانے میں بھی سکھوں کے ظلم و ستم برابر جاری تھے مگر نسبتاً نہایت کم تھے - کیونکہ اب سرکار انگریزی کا بھی کچھ دخل تھا - اور رزیڈنٹ نے مہارانی کو اختیارات سلطنت سے تقریباً علیحدہ کر دیا تھا راجہ لعل سنگھ راجہ گلاب سنگھ

لہ لاہور کے نواب غلام محبوب سبحانی جو نواب زمانہ امام دربار دہلی کی ۱۸۶۰ء میں بمقام ... انتقال کر گئے ... صوبیدار ... [illegible]

کے خاندان کا نمک پروردہ اور ممنون احسان تھا۔ مگر اُس کی سرشت اور نیت
ایسی خراب تھی کہ اپنی مشہور بیوفائیوں نمک حرامیوں اور دغابازیوں سے وہ
کسی کا بھی احسان نہ مانتا تھا کیونکہ اُس کو گھمنڈ تھا کہ بوجہ مہارانی کا آشنا ہونے
کے وہ سلطنت کا ہی مالک ہے۔ جب ۱۸۴۳ء میں مصر بیلی رام راجہ ہیرا سنگھ وزیر کے
حکم سے مارا گیا۔ تو لعل سنگھ مستقل خزانچی مقرر ہوا اور کچھ دنوں کے بعد ہی راجہ
ہیرا سنگھ نے اُس پر یہاں تک مہربانی کی کہ اُسے رہتاس کا ایک الگ راجہ بنا
دیا۔ مگر اُس کی نمک حرامی دیکھیے کہ جب ۱۸۴۴ء میں راجہ ہیرا سنگھ کے قتل کی
سازش ہوئی اور وہ مارا گیا۔ تو لعل سنگھ بھی اُس کی ہلاکت میں شریک تھا
مہارانی سے جو اُس کا ناجائز تعلق تھا۔ اس سے اُس کو بہت بدنامی ہوئی اور
وہ ملک اور فوج میں نہایت حقیر سمجھا گیا۔ لعل سنگھ نے اپنی طاقت اور ثروت
ایسے ناجائز پہلوؤں سے پیدا کی تھی کہ اگر کسی شائستہ ملک میں اُس کی بابت باقاعدہ
تحقیقات ہوتی تو اُس کا انجام پھانسی سے کم نہ ہوتا۔ دربار لاہور میں سکھوں کا
بھی زور تھا اور کچھ ریزیڈنٹ کے مشورے بھی ہوتے تھے۔ آخر جب ۱۸۴۶ء کے آخری
مہینوں میں اُس پر خیانت اور نمک حرامی کا الزام لگایا گیا جو اُس نے اُس عہدنامہ
کی مخالفت میں کی جو مہاراجہ گلاب سنگھ سے کیا گیا تھا۔ تو اُس جرم کی پاداش
میں وہ منصب وزارت سے برطرف کیا گیا۔ پہلے آگرہ بعد ازاں ڈیرہ دون میں
بھیجا گیا جہاں اس کو بارہ ہزار روپیہ گذارہ کو ملتا تھا۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ اگر راجہ
لعل سنگھ خودغرض نہ ہوتا اور اُس کو اپنے ملک اور اپنے بادشاہ کی ذرا بھی محبت
ہوتی۔ اور وہ اگر ذرا بھی وفاداری سے کام لیتا تو ستلج کی لڑائی کے بعد کشمیر
پنجاب سے کبھی علیحدہ نہ ہوتا۔

مہاراجہ دلیپ سنگھ کی والدہ

مہارانی جنداں بھی سکھوں میں نہایت بدنام تھی جس کی کئی وجوہات

سے دو خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ اوّل تو یہ کہ راجہ لعل سنگھ سے ناجائز تعلق پیدا کر کے اس نے خاندانِ شاہی کو بٹا لگا دیا تھا۔ اور دوسری یہ کہ اس نے ارادتاً محض سکھوں کو تباہ کرنے کے لیے سرکارِ انگریزی سے لڑائی کی۔ ۱۷ اگست ۱۸۴۶ء کو جب سردار تیج سنگھ[1] بخطاب راجگی سیالکوٹ کا راجہ بنایا گیا۔ اور خورد سال مہاراجہ کی طرف سے اس کی پیشانی پر زعفرانی ٹیکہ لگانا ضروری ہوا۔ تو مہارانی جنداں نے اپنے بیٹے کو سکھا دیا کہ جب عطائے منصب راجگی کا وقت آئے اور ریذیڈنٹ تمہیں ٹیکہ لگانے کے لیے کہے تو تم نے ٹیکہ نہ لگانا۔ چنانچہ جب ایک عام دربار میں تیج سنگھ مہاراجہ کے روبرو اسی غرض سے حاضر ہوا۔ تو خورد سال بادشاہ پیچھے ہٹ گیا اور ہاتھ اپنے بغلوں میں دبا لیے۔ صاحب ریذیڈنٹ نے بھائی ندھان سنگھ کو جو مذہب سکھاں میں ایک معتبر تھا۔ ٹیکہ لگانے کا حکم دیا لیکن تیج سنگھ اور ریذیڈنٹ اس توہین سے نہایت شرمندہ ہوئے۔ ایسی ہی چند باتوں سے مہارانی قلعہ شیخوپورہ میں قید کی گئی وہاں بھی جب ایک سال بعد اُس نے فساد اٹھانا چاہا۔ تو قلعہ چنار گڑھ میں بھیجی گئی جہاں سے وہ نیپال کی طرف بھاگ گئی ؎

خورد سال مہاراجہ کا پنجاب سے اخراج

مہاراجہ دلیپ سنگھ جس کی ابتدا و انتہا اپنے ملک میں فتنہ و فساد لڑائی جھگڑے اور قتل و خون ہی میں گذری تھی قدرت کی نیرنگیاں اور زمانے کا انقلاب چشمِ عبرت سے دیکھ رہا تھا۔ مگر اُس کی خورد سالی سبب خاموشی کا کام دے رہی تھی ۱۸۳۷ء میں اس کی پیدائش ہوئی اور تیرہ سال کی عمر تھی کہ ۲۹ مارچ ۱۸۴۹ء کو جبکہ تمام پنجاب سلطنت انگریزیہ میں شامل ہوا

---

[1] راجہ تیج سنگھ جمعدار خوشحال سنگھ کی اولاد سے اور راجہ ہرنبن سنگھ رئیس لاہور کا بھائی تھا دیکھو صفحہ

اس کی چار لاکھ روپیہ سالانہ پنسن مقرر کرکے اس خوردسال اور بے قصور مہاراجہ کو ملک سے بیدخل کیا گیا۔ اس بیدخلی پر بھی اندیشہ تھا کہ سکھ لوگ اپنی شورشون سے باز نہ آئینگے۔ اس لئے مناسب یہی سمجھا گیا کہ دلیپ سنگھ کو جلاوطن کرکے لنڈن بھیجا جلائے چنانچہ ۲۱ دسمبر ۱۸۴۹ع کو دلیپ سنگھ بنگرانی ڈاکٹر لوگن صاحب لاہور سے لنڈن روانہ ہوا۔ اللہ اکبر! اُس مہاراجہ رنجیت سنگھ کا بیٹا جس کی صولت و شوکت سے اور قوا ور خود سرکار انگریزی بھی خائف رہتی تھی۔ آج اس دردناک اور عبرت خیز حالت مین اپنے ملک اپنی بادشاہی اپنی قوم اور اپنے عزیزون اور رشتہ دارون سے ہمیشہ کے لئے جلاوطن ہوتا ہے۔

الحذر سے فلک کی تلون مزاجیان رکھتا نہین کسی کو کبھی ایک حال پر

اہل لاہور نے اپنے معصوم۔ خوبصورت اور خوردسال بادشاہ کو نہایت حسرتناک نظرون سے الوداع کہی۔ مہاراجہ ہرچند کہ ابھی تیرہ سال کی عمر کا تھا۔ مگر زمانے کے نشیب و فراز بہت کچھ دیکھ چکا تھا وہ بھی اپنے اخراج اور جلاوطنی کو اُس درد سے محسوس کرتا تھا جس کا درمان بجز موت کے اور کوئی بھی نہین۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے اخراج پنجاب سے پہلے اُس کے بھتیجے یعنی مہاراجہ شیر سنگھ کے بیٹے شہدیو سنگھ کو بھی فرخ آباد مین نظربند کر دیا گیا تھا بعض اور شہزادے بریلی وغیرہ کی طرف بھیج دئے گئے۔ غرض پنجاب مین مہاراجہ رنجیت سنگھ کی اولاد سے کسی ایک شخص کا موجود رکھنا بھی خلاف مصلحت سمجھا گیا۔ جب مہاراجہ دلیپ سنگھ لاہور سے روانہ ہوئے تو منشی غلام سرور مصنف خزینۃ الاصفیا نے اخبار کوہ نور مین مندرجہ ذیل تاریخ روانگی درج کرائی تھی جس سے اہل لاہور کا اصلی درد اور اُن کی اصلی محبت جو معصوم مہاراجہ سے تھی ٹپک رہی ہے۔

چون شہ پنجاب از پنجاب رفت	چشمہ سان از چشم مردم آب رفت
عالمے در چشم مردم شد سیاہ	چون ز فتنیم آن غیرت مہتاب رفت
جملۂ گل در فراقش خوردہ گل	بلبلہ از ترس ہمارا خواب رفت

بلبلان در ہجر او نعرہ زدند
چون ز گلستان صحبت احباب رفت
گفت سرور از سر درد این سخن
نو گلے از گلشن پنجاب رفت

واجد علی شاہ اور مہاراجہ دلیپ سنگھ

خورد سال مہاراجہ ڈاکٹر لوگن صاحب کے ہمراہ منزل بمنزل فرخ آباد پونچا اور وہان سے ماہ جنوری ۱۸۵۱ء مطابق ۱۲۶۷ ہجری میں ہندوستان کے اُس خطہ میں داخل ہوا۔ جہان ہندوستان کی شہنشاہی اور سابقہ شاہانہ شان و شوکت کے آثار دھندلے سے نظر آرہے تھے اور جو قرائین سے چراغ سحری معلوم ہو رہے تھے۔ یہ بادشاہی سلطنت اودہ کے نام سے موسوم تھی۔ اور یہ زمانہ ہمارے رنگیلے جانعام پیا واجد علی شاہ[1] کا تھا۔ جو اودہ کے آخری بادشاہ تھے۔ مہاراجہ کے ہمراہ بہت تھوڑے سے شاگرد پیشہ اور مختصر سا جلوس سواری تھا۔ آمد و رفت پر تو اپ

---

[1] ۷ فروری ۱۸۵۶ء کو واجد علی شاہ سے اختیارات چھین لئے گئے اُنہنے بہت عذر معذرت کی اور گورنمنٹ کو اپنے آباؤ اجداد کے بہت سے احسانات جتائے جنکی ناشنوائی پر اُنہنے گورنمنٹ کو غاصب و جابر تک کے الفاظ سے یاد کیا۔ یہ اختیارات لارڈ ڈلہوزی کے زمانہ مین چھینے گئے تھے جنہون نے نہ صرف لکھنو کی سلطنت کا ہی خاتمہ کیا بلکہ سلطنت پنجاب اور سلطنت برہما کا الحاق بھی انہیں کی یادگار ہے بادشاہ ۱۳ مارچ ۱۸۵۶ء کو لکھنو سے کانپور روانہ ہوئے چیف کمشنر لکھنو نے بادشاہ کے بعد انکے عجائبات و اشتغال کو کوڑیوں کے دام نیلام کر دیا۔ ۷۰۰ شیر دو سو ہاتھی ہزار گھوڑے گھوڑیان چوپائے گائے بھینس وغیرہ ہا ہزار کبوتر ایک لاکھ کئی ہزار اور بہت سی نایاب شاہانہ بیش قیمت اشیا بھی نیلام کی گئیں۔ سید کمال الدین حیدر حسنی الحسینی کا چشمدید واقعہ ہے کہ نیلام کے وقت ہاتھیوں اور گھوڑوں کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اور ہاتھی سر پر خاک ڈالتے تھے ایک گھوڑا ایک سو روپے کو نیلام کیا گیا جسکی قیمت نیلام لینے والیکو بعد مین ایک ہزار سے بھی زیادہ ملی۔ غرض یہ بے خانمان قافلہ کانپور سے بنارس اور بردوان میں قیام کرکے ۱۳ مئی ۱۸۵۶ء کی شام کو کلکتہ پونچا۔ واجد علی شاہ سے گو تو پسلامی وغیرہ کا وعدہ تھا مگر کچھ بھی نہ ہوا آخر بیچارے نے خود ہی گورنمنٹ کو اپنے آنیکی اطلاع دی یہ زمانہ لارڈ کیننگ گورنر جنرل کا تھا انھوں نے معذرت آمیز جواب دیا کہ ہمین خبر نہتی ورنہ ضرور تعارف معمولی مثل توپ سلامی وغیرہ ظاہر ہوتے۔ بادشاہ کیساتھ نہایت تنگ ایک دفعہ نازک ہوگئی کہ گورنر جنرل کی شان میں ایک قصیدہ لکھکر منہ زبانی نذر کیا جس پر لارڈ کیننگ نے دو لاکھ روپے خزانہ شاہی سے مرحمت فرمائے۔ اب چند سال سے واجد علی شاہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ (مولف)

سلامی سر کی گیئین لکھنؤ کے شاہی مکانات اور شاہانہ سیر و تماشون کو مہاراجہ کے حسرت بھرے دل نے خوب فراغت سے دیکھا۔ اس لئے کہ دوبارہ دیکھنے کی توقع نہ تھی۔ یہان سے کلکتہ پہنچے جہان گورنمنٹ برطانیہ کے مشہور خیرخواہ لارڈ ڈلہوزی گورنر جنرل سے ملاقات کی۔ جن کی پالیسی دیسی ریاستون کو علاقہ سرکار انگریزی میں ملحق کرنے اور دیسی رؤسا کو بے دخل و معزول کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اُس زمانے مین اگر لارڈ رپن ایسا کوئی نیک دل گورنر جنرل ہوتا۔ تو شہر پنجاب کے جانشین اور شاہ اودھ کا یہ انجام نہ ہوتا۔

مہاراجہ دلیپ سنگھ کی لنڈن کی زندگی

جب مہاراجہ دلیپ سنگھ لنڈن بھیجا گیا تو مہارانی جندان نے جو نیپال کے پہاڑون میں جان چھپائے بیٹھی تھی اپنے بیٹے کے پاس جانے کے لئے سرکار انگریزی کی خدمت میں اجازت اور درخواست پیش کی جو منظور ہو گئی۔ مہارانی نے لنڈن جاکر چند سالون کے بعد انتقال کیا۔ اور حسب دستور سکھان اُس کی لاش کو بمبئی مین لاکر جلایا گیا۔

مہاراجہ اور اُس کی والدہ دونون کو فوج سکھان سے قلبی عداوت تھی کیونکہ محض افواج کی سرکشیون اور آزادیون سے ہی اُنہین یہ روز بد دیکھنا نصیب ہوا تھا۔ یہ عداوت یہان تک بڑھ گئی کہ اس مذہب سے بھی نفرت ہونے لگی جس پر باپ دادا قایم تھے۔ ان دنون مہاراجہ کا جو اتالیق تھا اُس نے بھی اس کو آبائی مذہب ترک کرنے پر نہایت زور دیا۔ ادھر جب مہاراجہ جوان ہوا اور لنڈن کی دل خوش کُن زندگی دل و دماغ میں سرایت کر گئی اور مہارانی بھی انتقال کر گئی۔ تو چارون طرف سے آزاد ہو کر مذہب عیسوی اختیار کر لیا۔ دلیپ سنگھ کو معزول کرتے وقت یہ قرار پایا تھا کہ اُس کو مہاراجہ ہی خیال کیا جائیگا۔ اور اُس کو وہ تمام حقوق اور اختیارات حاصل ہونگے جو اُس کی

شان کے شایان تھے اور یہ بھی اقرار کیا گیا کہ اُس کو ۵ لاکھ ڈالر (ڈالر روپیہ) سالانہ وظیفہ دیا جائیگا۔ مگر افسوس کہ اُس کے چند ذاتی اسباب کے سوا اس سے سب کچھ چھین لیا گیا۔ اور اُس کی سالانہ آمدنی ۱۸۹۰ء میں صرف ۶۰ ہزار ڈالر رہ گئی جب دلیپ سنگھ پنجاب سے روانہ ہوئے ہیں تو اُس کی کل جائیداد علاوہ کوہ نور ہیرے اور کئی دیگر قیمتی جواہرات کے دس کروڑ کی تھی۔ کوئین وکٹوریا مرحومہ کی خدمت میں پیش کرنے کو اس بے بہا ہیرے کے لئے اُسے عملی طور پر مجبور کیا گیا۔ گو بعض نے اس بیان کو بڑی شد و مد سے غلط ثابت کرنے کیلئے یہ بات پیش کی کہ دلیپ سنگھ نے ہیرا اپنی خوشی سے دیا تھا۔ مگر غالباً یہ خوشی بھی ایسی ہی ہوگی جیسی شاہ شجاع نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو اُسی کوہ نور ہیرا کے دینے کے وقت ظاہر کی تھی۔ دلیپ سنگھ نے لنڈن میں تین یوروپین عورتوں سے یکے بعد دیگرے شادیاں کیں۔ پہلی عورت مس بلا ایک جرمن کی لڑکی تھی جس کی شادی کی رسم ۱۸۶۴ء میں بمقام اسکندریہ واقع مصر ادا کی گئی تھی۔ یہ شادی اس لئے قابل ذکر ہے کہ اسی عورت سے پرنس وکٹر البرٹ دلیپ سنگھ پیدا ہوا۔ دلیپ سنگھ نے بعد ازاں نار فوک میں ایک جائیداد خرید کرلی۔ اور ایک انگریز جنٹلمین کی طرح زندگی بسر کرنے لگا لیکن مشرقی شہزادہ ہونے کی وجہ سے اُس کی فضول خرچیاں کی کوئی حد نہ تھی جس کا انجام یہ ہوا کہ ۱۸۸۵ء میں اُسے مقروض ہوکر گورنمنٹ کو اضافہ وظیفہ کی درخواست دینی پڑی۔ اور ظاہر کیا کہ گورنمنٹ برطانیہ ملک پنجاب میں صرف اُس کی چھینی ہوئی نمک کی کانوں سے ہی دو کروڑ ڈالر سالانہ فائدہ اٹھا رہی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مدبران سلطنت نے اُس کی یہ درخواست منظور نہ کی ۔

مہاراجہ دلیپ سنگھ کی پریشانیاں اور موت

بن کر گمراہ لیجانے کا نقشہ ثابت ہوئے ملک جو کہ سے سنے والے ہی جب

کلیجہ تھام کر رہ جاتے ہین تو خدا جانے اُن مصیبت کے مارون کا کیا حال ہوتا ہوگا جن کے ساتھ یہ واقعات پیش آتے ہونگے - مہاراجہ دلیپ سنگھ بھی ایسے ہی مُلک زدون مین تھا جو زمانہ عروج و اقبال اور تخت و تاج کے خوشنما منظر دیکھ کر اب عام آدمیون کیطرح زندگی بسر کر رہے ہون - جب مہاراجہ کی متذکرہ بالا درخواست نامنظور کی گئی تو وہ روس کے ساتھ خط کتابت کر کے سینٹ پیٹرزبرگ چلا گیا - لیکن جب روس کو معلوم ہوا کہ دلیپ سنگھ اسے کسی قسم کی مدد نہین دے سکتا تو اُس نے بھی حمائیت سے انکار کر دیا - وہ دل جلا ہندوستان کی طرف روانہ ہوا تاکہ ایک دفعہ اور سکھون کو لڑائی پر آمادہ کرے - مگر عدن میں گرفتار ہو گیا - ایک روائیت یہ بھی ہے کہ وہ انگریزون کی اجازت سے آیا تھا مگر ابھی رستے ہی مین تھا کہ پنجاب مین سکھون اور خصوصاً کوکون نے جلسے اور شادیانے اور کڑاہ پرشاد کرنے شروع کر دئیے جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ دلیپ سنگھ عدن سے واپس کیا گیا - سنہ ۱۸۹۰ء مین ملکہ مرحومہ انگلستان سے مہاراجہ نے معافی چاہی جو منظور ہو گئی - مگر اُس کی پنشن گھٹا کر صرف ساٹھ ہزار ڈالر کر دی گئی - مصلحت اندیش اور کفایت شعار گورنمنٹ نے اس کمی تنخواہ کی وجہ یہ بیان کی کہ اُس کو اپنی دغابازی اور گستاخی کی سزا ضرور ملنی چاہیے - غرض شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے جانشین نے بمقام لنڈن وطن سے ہزارہا میل کی مسافت پر غریب الوطنی اور رنج و غم کی حالت میں سنہ ۱۸۹۳ء میں انتقال کیا -

مارا دیار غیر میں مجھ کو وطن سے دور رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا پوتا پرنس وکٹر دلیپ سنگھ

چشم بصیرت کیا اُس سے کوئی سبق حاصل نہیں کر سکتی ہے کہ پنجاب کا وہ عظیم الشان مہاراجہ رنجیت سنگھ جس کے وسیع خزانے مین کروڑہا روپیہ اور نایاب اور بے بہا ہیرے اور جواہرات موجود تھے - اُس کے پوتے وکٹر دلیپ سنگھ کا آج انگریزی

عدالتوں میں دیوالہ نکل رہا ہے۔ جن دنوں دلیپ سنگھ روس میں پریشان تھا اور پنجاب کے ارادے سے ہندوستان کے جہاز پر سوار ہو کر عدن میں گرفتار کیا گیا تھا اس وقت اس کا بیٹا پرنس وکٹر دلیپ سنگھ کمانڈر انچیف افواج انگریزی متعینہ کینیڈا کے ہمراہ بطور فوجی افسر خدمات انجام دے رہا تھا وہاں سے رخصت حاصل کر کے ۱۸۸۹ء میں نیویارک چلا گیا ہے۔ وہی سال تھا جبکہ اس کا باپ عدن میں گرفتار ہوا تھا۔ پرنس وکٹر کا نیویارک میں بڑی سرگرمی سے استقبال کیا گیا۔ جہاں وہ ایک امریکن لیڈی پر عاشق ہو گیا۔ شادی کی تجویز قرار پا گئی۔ مگر لڑکی کے رشتہ داروں اور امریکن لوگوں نے اس ناطے سے انکار کر دیا۔ باپ کے مرنے کے بعد ۶۰ ہزار ڈالر کی پنشن پرنس وکٹر اور اس کی دو بہنوں میں تقسیم ہو گئی۔ انگریزی سوسائٹی میں پرنس وکٹر کو ہمیشہ اعلےٰ عزت نصیب رہی ہے۔ ایک نوجوان عورت جو پچھلے دنوں اس سے ملی تھی کہتی ہے کہ اس میں مفتون کرنے کی طاقت بہت زیادہ ہے اس کو تعلیم گو صرف انگریزی میں ہی دی گئی ہے۔ مگر تاہم اس نے مشرقی علم نجوم بھی نامعلوم وسائل سے اچھی طرح سیکھ لیا ہے پرنس وکٹر دلیپ سنگھ فن موسیقی۔ گھوڑے کی سواری کرکٹ اور پولو کھیلنے میں اعلےٰ مہارت رکھتا ہے۔ اور بڑا تربیت یافتہ اور باخبر آدمی ہے جوانی کی حالت میں وہ پرلے درجے کا خوبصورت تھا۔ لیکن گزشتہ چند سالوں سے وہ جسیم ہو گیا ہے۔ جیساکہ عموماً تمام مشرقی لوگ آرام و راحت کی زندگی میں ہو جایا کرتے ہیں۔ مگر یہ امر مسلمہ تھا کہ پرنس وکٹر کسی انگریز عورت ہی سے شادی کریگا مگر یہ کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کسی بڑے امیر گھرانے کی عورت ہو گی۔ اس لئے جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہ لیڈی این کوونٹری سے شادی کرنے والا ہے تو انگریزی سوسائٹی میں سخت ہلچل مچ گئی۔ کیونکہ پرنس وکٹر کی رنگت گورے چٹے انگریزوں کو سخت ناگوار تھی لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں تھا کہ لیڈی این بھی پرنس وکٹر کو دل سے

ایسا ہی چاہتی تھی جیسا کہ پرنس وکٹر لیڈی اینی کو لیکن اُس کے خاندان نے اُس کی مخالفت کی۔ اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ ارل آف کوونٹری کو یہ بات بالکل ناگوار ہے لیڈی اینی انگریزی حسن کا اعلےٰ نمونہ تھی گو پرنس وکٹر اور لیڈی اینی دونوں کے دوستوں کا یہ خیال تھا کہ وہ دونوں بشرطیکہ پرنس آف ویلز نے مداخلت کی۔ تو ضرور شادی کر لینگے۔ مگر کسی کو ابھی تک اصلی نتیجہ کی خبر نہیں تھی۔ کسی خاص سبب سے پرنس وکٹر کو کوئین وکٹوریہ مرحومہ کی دوستی کا فخر حاصل تھا اور ملکہ مرحومہ لیڈی اینی کی بھی اول سے مشتاق تھین کنگ ایڈورڈ ہفتم (جو اُسوقت پرنس آف ویلز تھے) پرنس وکٹر سے دلی الفت رکھتے تھے۔ اس لئے اس شاہی رعب مین آکر ارل آف کوونٹری نے خوشی سے اس ناطہ کو منظور کیا۔ اور مئی ۱۸۹۸ء مین رسم شادی شاہی تزک و احتشام کے ساتھ ادا کی گئی ❖

پرنس وکٹر دلیپ سنگھ کا یہ خیال معلوم ہوتا تھا کہ کوئین اور موجودہ بادشاہ کی دوستی اس کی ترقی وظیفہ کا باعث ہوگی اس لئے اُس نے روپے کو بے دریغ خرچ کرنا شروع کیا جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اپنے آپ کو انگریزی سوسائٹی کی نگاہون مین وقعت دینا چاہتا تھا کیونکہ گو شادی ہو چکی تھی۔ مگر لوگ ابھی تک اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے کیونکہ وہ خالص انگریز نہیں تھا تین ہزار ڈالر سالانہ کا وظیفہ اس کی ضروریات کے مقابلے مین ناکافی ثابت ہُوا۔ اور پرنس وکٹر جے دلیپ سنگھ کو آخر دوالہ نکالنا پڑا جس کے حالات ۱۹۰۳ء کے انگریزی اخبارات مین اکثر نظر آتے تھے ❖

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی پوتیان لاہور مین

زمانہ کا انقلاب دیکھو کہ جن کی بادشاہی اور سلطنت کو ابھی نصف صدی سے بھی زیادہ عرصہ نہین گذرا وہ آج اُس ملک بلکہ اُس شہر مین جو اُن کا دار الحکومت تھا بطور ایک سیاح اور تماشائی کے سیر کر رہے ہین۔ ناظرین کو معلوم ہوگا کہ شیر

پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگہ کی پوتیان یعنی مہاراجہ دلیپ سنگہ کی بیٹیان دربار دہلی کی سیر کے لئے آخر دسمبر ۱۹۰۲ء میں سے پنجاب میں وارد ہیں آج کل وہ لاہور چیرنگ کراس مین مقیم ہین لاہور سے اکثر لوگ انہین دیکھنے جاتے ہین وہ خود بھی شہر کے اکثر قابل دید مقامات بھائی بستی رام کا مندر - وکٹوریا سکول - مسجد وزیرخان اور خصوصاً اپنے دادا مہاراجہ رنجیت سنگہ کی سمادہ اور دیگر شاہی عمارتین دیکھ رہی ہین سمادہ پر انہون نے پھول بھی چڑھایا ہے مہاراجہ رنجیت سنگہ کی پوتیان انگریزی وضع - انگریزی زبان - انگریزی لباس اور انگریزی (عیسائی) مذہب کی پیرو ہین - اُن کے ساتھ ایک اُن کا پرائیویٹ سکریٹری بھی ہے جو سکھ بیان کیا جاتا ہے معلوم نہین مہاراجہ دلیپ سنگہ کے لڑکون کو کیون پنجاب کی سیر کا موقعہ نہیں دیا گیا - مہاراجہ دلیپ سنگہ کی لڑکیان تمام ہندوستان کی سیر کرنے والی ہین - مگر اس سیر سے سوائے کف افسوس ملنے اور گزشتہ شان وشوکت پر آنسو بہانے کے اور کیا ہاتھ آئیگا ؛ (پنجہ فولاد ۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء)

پرنس وکٹر دلیپ سنگہ کی موجودہ حالت

شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگہ کے پوتے پرنس وکٹر دلیپ سنگہ کی عمر عجز ی انحال کارلسباد مین زیر علاج ہین پورے ۳۶ برس کی ہے اگر ان کے پیشرو لوگون نے کوئی مناسب انتظام کیا ہوتا - تو پرنس وکٹر آج محلسرائے لاہور مین ہوتے اور پنجاب پر حکومت کرتے ہوئے سکھ قوم کے اعلیٰ رئیس سمجھے جاتے - اس موروثی بادشاہت کی یادگار چیزون مین ابھی تک وہ ناتمام شیشہ زمرد باقی ہین جن کو پرنس دلیپ سنگہ جو ساڑھے سات برس کا زمانہ ہوا کہ اپنی شادی کے قبل لیڈی این کاونٹری کے نام سے معروف تھین پہنے ہوئے ہین - پرنس وکٹر دلیپ سنگہ بڑے نشانہ باز ہین بالخصوص اڑتے ہوئے تیترون کا مارنا تو ان کے بائین ہاتھ کا کھیل ہے وہ ایسا حکمی نشانہ لگاتے ہین کہ دیکھنے والا ان کی

حالت دیکھکر یہی کہدیتے کہ گویا ایک طلسماتی طور سے وہ نشانہ لگاتے
ہیں۔ کیونکہ ان کا کوئی نشانہ خالی نہیں جاتا۔ (آگرہ اخبار ۲۴ اگست ۱۹۰۵ء)

ختم شد

پنجہ فولاد کیا ہے؟

پنجہ فولاد اک اخبار ہے
دفتر اخبار ہے لاہور مین
ہے روش اس کی پسند خاص و عام
دوستون کا ہے اگر خدمت گذار
سطر سطر اس کی مفید ملک و قوم
دید کے قابل نہ ہو کیون بزم فوق
حفظان صحت کا ایسا ہے عمل
ہے تجارت کا بہی کالم کیا مفید
وہ لطایف ہین کہ پڑھتے ہی جنہین
کیون نہ نظم و نثر کا چرچا رہے
سٹلمنٹ آفس کا بہی ہے بندوبست
ہے مدلل راشے اس اخبار کی
رائے زن اس سے نہین بڑھکر کوئی
جتنے ہین ہمعصر دیکھین غور سے
تین رائج سکے قیمت سال کی
اور پھر انعام مین ناول مین مفت
آٹھوین دن حاضری لے لیجیے
سیر اس گلشن کی کرکے دیکھیے
رنگ آزادی ہے ہر مضمون مین
کون ہے اس بانکے پرچے کا مدیر
لیجیے مجھ سے جواب مختصر
نام ہے اوس کا محمد دین فوق
شوق ہے مضمون نویسی کا جسے
گشت سیر کے عالم مین دیکھا تھا اوسے
جس سے سارا ہند واقف کار ہے
جسکا کوچہ کوچہ کوئے یار ہے
واہ وا کیا معتدل اخبار ہے
دشمنوان کا بھی رفیق و یار ہے
کوئی کہدے یہ خبر بیکار ہے
شمع اس محفل کی یہ اخبار ہے
وہ ضمانت نے لیے طیار ہے
یوسف معنے کا یہ بازار ہے
لوٹتے مین دل کیوتر وار ہے
جب ایڈیٹر ناظم و نثار ہے
شاہدان دعوون کا خود خواہ ہے
ہے وہ کافر جسکو کچھ انکار ہے
منصفون کو اس کا آپ اقرار ہے
نقرے نقرے سے ٹپکتا پیار ہے
اس سے سستا اور کون اخبار ہے
واہ کیا سودا ہے کیا بیوپار ہے
تابع فرمان و خدمت گار ہے
ایک گلشن رشک صد گلزار ہے
سرد ہوکر بہی یہ میوہ دار ہے
بات یہ بہی قابل اظہار ہے
یہ معمہ کچھ نہین دشوار ہے
عمر چھوٹی ہے مگر ہشیار ہے
طبع گویا ابر گوہر بار ہے
آدمی ہشیار واقف کار ہے